نذرِ عقیدت

بحضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ

(مجموعہ مقالات سیمینار غوث الاعظم رضی اللہ عنہ)



شعبہ عربی واسلامیات

یونیورسٹی آف فیصل آباد

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

نام کتاب: نذرِ عقیدت بحضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ

اشاعت اوّل: مئی 2006ء

تعداد: 1100

کمپوزنگ: اکبر علی ٹاؤن شپ لاہور

گرافکس ڈائزینر: سید عدنان علی شاہ، عبد السلام

پرنٹر: منہاج القرآن پرنٹرز 365۔ ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللہ

﴿فرمانِ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ﴾

"جناب رسول ﷺ اللہ کے دین کی دیواریں پے در پے گر رہی ہیں اس کی بنیادیں بکھری جاتی ہیں، اے باشندگان زمین آؤ، جو گر گیا ہے اس کو مضبوط کر دیں اور جو ڈھ گیا ہے اس کو درست کر دیں۔ یہ چیز ایک سے پوری نہیں ہوتی، سب ہی کو مل کر کام کرنا چاہیے۔ اے سورج! اے چاند اور اے دن تم سب آؤ"

فہرست مندرجات

پیش لفظ

حضرات صوفیہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے قرآن و حدیث اور سلف صالحین کی تعلیمات کو سمجھا، اپنایا اور اپنے آپ کو اچھے اخلاق سے آراستہ کر کے اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچانے والے راستے کا راہی بنایا، ان سراپا اخلاص اور نیک نفس حضرات نے حتی المقدور قرآن و حدیث کی روح کو سمجھنے میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے ساتھ امت کے کمزور ہوتے ہوئے تعلق کو پھر سے پختہ کیا۔ ان حضرات نے اپنے وابستگان کو اعتدال کی راہ پر گامزن کیا اور محبت کی خوشبو عام کی اور جہاں لوگوں کو مادیت کے چنگل سے نجات دلائی وہیں امت کو رہبانیت کے فریب سے دور رہنے کی تلقین فرمائی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے امت مسلمہ کو ہر دور میں ایسی سراپا اخلاص ہستیوں سے نوازا جنہوں نے امت کو سیدنا رسول اللہ ﷺ کا وہ فرمان از بر کرایا۔

ان تعبداللہ کانک تراہ

احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔

للّٰہیت کے ان پیکروں کا انداز تربیت اتنا دلنشین ہوتا تھا کہ نہ صرف خطا کار مسلمان معاشرے کے اچھے افراد بنتے تھے۔ بلکہ غیر مسلم بھی فوج در فوج اسلام کے دائرے میں داخل ہوتے چلے جاتے تھے۔ ان حضرات نے خوش اخلاقی حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت وارشاد کا فریضہ سرانجام دیا اور دلوں کی دنیا کو یوں فتح کیا کہ شمشیر و سناں والے ششدر رہ گئے۔ صوفیہ کرام نے اس محبت و اخلاص کے ساتھ علم کی شمعیں روشن کیں۔ اخلاقی اور روحانی تربیت کی اور ہمہ جہت اصلاحی خدمات سرانجام دیں کہ ان کی تعلیمات

صدیوں کا سفر طے کرتی اور دلوں کو اللہ تبارک اور اس کے حبیب ﷺ کی محبتوں کا گہوارہ بناتی چلی جارہی ہیں اور میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے علم وآگہی کے ہر چراغ صبح قیامت تک روشنی دیتے رہیں گے۔

سیدنا الشیخ محی الدین الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسم گرامی مصلحین ومجددین امت میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے، آپ نے تعلیم، تربیت اور وعظ و نصیحت کے ساتھ امت مسلمہ کی رہنمائی فرمائی اور امت کو ایسے افراد تیار کر کے دیئے۔ جن کے دم قدم سے امت کا اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے ساتھ مضبوط تعلق استوار ہوا اور چھٹی صدی ہجری میں امت کو درپیش ہمہ جہت زوال سے نجات نصیب ہوئی۔ حضرت غوث الاعظم اور آپ جیسے دیگر مصلحین کی قرآن وحدیث کے صائب فہم پر مبنی تعلیمات پر عمل آج بھی امت مسلمہ کو اتحاد کی دولت سے مالا مال کر کے اس کے خفتہ بخت کو بیدار کر سکتا ہے۔

حضرت غوث الاعظم کی شخصیت اور تعلیمات کی اس اہمیت کے پیش نظر عربی زبان وادب کے مایہ ناز استاذ اور ملک پاکستان کے معروف سکالر استاد محترم پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر ڈین فیکلٹی آف آرٹس اینڈ سوشل سائنسز کی تجویز پر یونیورسٹی آف فیصل آباد میں ۱۷ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ (16 مئی 2006ء) کو غوث اعظم سیمینار منعقد ہوا۔ جس میں جسٹس میاں نذیر اختر صاحب جسٹس منیر مغل صاحب، ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی صاحب، ڈاکٹر قمر علی زیدی صاحب، ڈاکٹر محمد شریف سیالوی صاحب، ڈاکٹر محمد حسین آزاد صاحب، ڈاکٹر محمد طفیل صاحب، ڈاکٹر آصف اشرف جلالی صاحب، ڈاکٹر مسعود مجاہد صاحب، ڈاکٹر محمد رفیق صاحب، ڈاکٹر فرزانہ صاحبہ اور راقم الحروف نے

شرکت کی، بعض حضرات نے تحریری مقالات پیش کیے اور بعض حضرات نے زبانی گفتگو کی اور یوں تمام سکالرز نے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات، وسیع تربیتی اور اصلاحی خدمات کے علاوہ آپ کی تابندہ تعلیمات پر روشنی ڈالی، پیش کردہ مقالات میں سے دستیاب ہونے والے مقالات کا یہ مجموعہ شائع کیا جا رہا ہے تاکہ ان کا فائدہ اور نفع عام ہو۔

کتبہ

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ عربی و اسلامیات
یونیورسٹی آف فیصل آباد۔۔۔ فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

حال وہی جس کی پختہ بنیاد شاندار ماضی ہو اور مستقبل وہی جس کی جڑیں تو ماضی کے تحت الثری میں پیوست اور ثابت ہوں مگر شاخیں شجرہ طیبہ کی مانند عزت و اقبالمندی اور سعادت دارین کے آسمانوں کو چھوتی نظر آئیں۔ ہماری یونیورسٹی کے سرپرست اعلیٰ جناب الحاج میاں محمد حنیف، حفظہ اللہ ورعاہ، کا اپنے ماضی، حال اور مستقبل کے متعلق کچھ یہی نقطہ نظر ہے وہ اپنی تمام تر تواضع اور انکساری کے باوجود ایک سچے عاشق رسولؐ ہیں۔ اکثر و بیشتر ان کی صبح فیصل آباد تو شب راحت و برکت مدینہ طیبہ میں ہوتی ہے مگر وہ آل رسول اللہ ﷺ سے بھی بے پناہ محبت رکھتے ہیں۔ خصوصاً اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے الفاظ میں آپؐ کے ''لاڈلے بیٹے'' حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ سے تو بے حد گہری عقیدت رکھتے ہیں اور اس کا ثبوت کبھی تو اس دست سخاوت میں نظر آتا ہے جس سے وہ پیر بغداد کے حضور اپنی دولت کو محتاجوں اور ضرورتمندوں پر لٹاتے ہیں اور کبھی وہ محافل عقیدت ہیں جو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یاد میں منعقد ہوتی رہتی ہیں اور انہی محافل میں سے ایک ''نذرِ عقیدت بحضور غوث الاعظمؓ'' کے عنوان سے ہر سال یونیورسٹی آف فیصل کے زیر اہتمام منعقد ہوتی ہے!

''نذرِ عقیدت بحضور غوث الاعظمؓ'' ایک مستقل سلسلہ محافل ہے جو ہر سال ماہ ربیع الثانی میں منعقد ہوتا ہے، یہ مجموعہ مقالات کا حصہ اوّل ہے جو گزشتہ سال ہوا تھا اور اب نذر قارئین معتقدین ہے اور اس سال ''مناقب غوث الاعظمؓ'' مذاکرہ و مشاعرہ'' کے عنوان سے منعقد ہونے والی محفل کی روداد بھی ان شاء اللہ ''نذرِ عقیدت بحضور غوث الاعظمؓ'' کے حصہ ثانی کے عنوان سے نذر قارئین ہو گی!

ظہور احمد اظہر

شہنشاہ بغداد کے حضور میں

(ڈاکٹر ظہور احمد اظہر)☆

عقیدت مند دلوں کے مرکز تسکین، اہل تصوف کی منزل مراد، مرشد اصحاب صدق وصفا، اہل بیت کے گل سرسبد شیخ الشیوخ عبدالقادر جیلانی! آپ کے حضور میں، ایک فقیر حقیر سرزمین فیصل آباد کے مستقبل (یونیورسٹی آف فیصل آباد) کے ایک ہال سے آپ کی روح پرفتوح سے مخاطب ہوں اور خدمت اقدس میں ہدیہ سلام پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں اور بصد عجز و نیاز آپ کے جد امجد ﷺ کی امت مرحومہ ومحرومہ کے احوال ناگفتہ بہ پر اپنے دل زخم زخم کی فریاد کرنے والا وقف حسرت وندامت ہوں، اپنی گنہگار آنکھوں سے چند اشک بہانے کی اجازت کا طالب ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اس جسارت کو گستاخی پر محمول نہیں فرمایا جائے گا!

حضرت شیخ الشیوخ تاجدار طریقت قادریہ! میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ بات کہاں سے شروع کروں، کیسے کروں اور کس کس کا رونا روؤں؟ کون کون سے زخم دکھاؤں اور کون کون سے چھپاؤں؟ خدائے سخن سعدیؒ شیراز کی گفتار غمگسار کا سہارا لینے کے سوا کوئی چارہ نظر نہیں آتا جو مجھ ایسے بے نوا و دلفگار کے زخم زخم دل کی ترجمانی کا حق ادا کرتے ہوئے فرما گئے ہیں کہ:

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

چلیے بات کا آغاز آپ کے اسی شہر بغداد سے کرتے ہیں، وہی بغداد جس کی بنیاد ابوجعفر منصور عباسی نے بڑے شوق و اہتمام سے رکھی تھی اور جو دیکھتے ہی دیکھتے رشک جہاں اور عظمت اسلام کا جام جہاں نما بن گیا تھا، وہی علم وتہذیب کا بلند ترین مینار جس کی

☆ستارہ امتیاز وسابق چیئرمین شعبہ عربی، پرنسپل/ڈین کلیہ السنہ شرقیہ، یونیورسٹی آف پنجاب لاہور سابق ممبر پنجاب پبلک سروس کمیشن

آب و تاب نے مشرق و مغرب کو چکا چوند کر دیا تھا، اسی بغداد کے ہارون رشید عباسی کی خوشامد وقت کے تمام جابر و سرکش حکمرانوں کے لیے سلامتی کا رستہ قرار پا گیا تھا حتیٰ کہ پیرس کا جابر و قاہر شہنشاہ چارلمان بھی اس کے خوشامدیوں میں سرفہرست ہونے میں فخر محسوس کرتا تھا، رشید کے اس بغداد کے مقابلے میں آج کے جارج بش کا واشنگٹن کیا حیثیت رکھتا ہے بغداد کی اس شان و شوکت کے زائل ہوتے نشانات دیکھ کر حضور پیر پیراں آپ بھی غمگین ہو گئے تھے اواپنے وعظ و ارشاد میں اس وقت کے گمراہ اور جابر حکمرانوں پر زجر و توبیخ کے کوڑے برساتے تھے اور وہ لرزاں و افتاں آپ کے حضور میں حاضر ہو کر توبہ تائب ہوتے اور عفوو درگذر کے لیے سر جھکا دیتے تھے، مگر آپ انہیں پھر بھی خلق خدا پر مظالم سے باز رہنے کی تلقین کرتے ہوئے سرزنش کرنے کے بعد ہی واپس ہونے کی اجازت فرماتے تھے ۔آپ کے معاصر عباسی خلیفہ المقتضی لامراللہ نے جب ایک نانہجار کو عدل و انصاف کی کرسی پر بٹھا دیا تو آپ کی غیرت ایمانی جوش میں آ گئی تھی، آپ نے بر سر منبر اسے سرزنش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ تیرا یہ غیر مدبرانہ حکم شدید مذمت کے قابل ہے۔تو نے مسلمانوں کے درمیان فیصلے کرنے کے لیے ایک ایسے نااہل و بد اخلاق انسان کو مسلط کر دیا ہے جو ''اظلم الظلمین ''(سب سے بڑا ظالم ہے!)کل کو روز قیامت رب العالمین کو کیا جواب دو گے۔جو''ارحم الراحمین '' ہے؟حضور! آپ کی یہ للکار جب خلیفہ نے سنی تھی تو وہ کانپ اٹھا تھا اور اس قاضی کو فی الفور معزول کر دیا تھا!

اے قطب الاقطاب سید المرشدین غوث اعظم! آپ کی بصیرت مومنانہ نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ بغداد کی تہذیب روبہ زوال ہے چنانچہ آپ کے پر مغز، روح پرور، پرجوش اور ایمان افروز خطابات و مواعظ نے گرتے ہوئے بغداد کی دیواروں کو تھام لیا تھا، آپ کے ان ارشادات میں حکمت و بلاغت کے دریا اُمڈتے دکھائی دیتے تھے، سننے والوں

کی روش کے ساتھ ان کے مقدر کو بھی بدل دیتے تھے۔ یہ بھی تو کسی موقع پر آپ ہی نے ارشاد فرمایا تھا کہ:

"جناب رسول اللہ ﷺ کے دین مقدس کی دیواریں پے در پے گر رہی ہیں اور اس کی بنیاد بکھری جا رہی ہے: اے روئے زمین کے رہنے والو! سب آؤ اور جو گر گیا ہے اسکو از سرِ نو پختہ و مضبوط بنا دیں اور جو بگڑ گیا ہے اسے ایک بار پھر سے درست کر دیں! یہ کام کوئی ایک فردا کیلئے سرانجام نہیں دے سکتا بلکہ یہ تو سب کو مل کر ہی کرنا ہے! اے سورج! اے چاند! اے ستارو! تم سب کے سب آؤ ہم مل کر انسانیت کا مقدر سنوار دیں" یہ اور اسی قسم کے خطبات و تقاریر تھیں جن سے نصف صدی تک آپ اہل بغداد اور اہل اسلام کا مقدر سنوارتے رہے اور ان کی غیرت ایمانی اور سوتے ہوئے ضمیر کو جھنجھوڑتے اور جگاتے رہے! آپ کے یہی مواعظ حسنہ اور ارشاداتؒ عالیہ ہی تو تھے جنہوں نے گرتی ہوئی دیواروں کو سہارا دے دیا اور مردہ دلوں کو زندگی دے کر باضمیر انسانوں کے دلوں میں بدل دیا تھا۔ یہ آپ جیسے صلحائے امت کی کاوشیں تھیں جو امت کے کام آئیں اور بغداد ایک بار پھر سے آپ کا بغداد دارالسلام بن گیا تھا!

اے مرشد بغداد، اے اللہ تعالیٰ کے پیارے ولی اور ہمارے آقا و مولیٰ حضرت مصطفیٰ ﷺ کے لاڈلے فرزند! بغداد کے لوگ جب آپ کے پرجوش پند و نصائح کو بھول گئے اور یہ امت شمع علم کا پروانہ بننے کے بجائے جہالت و خرافات میں کھو کر افتراق و انتشار کے اندھیرے کنویں میں گر گئی تو نظام قدرت نے اہل صلیب کے سازشیانہ وسیلے سے ان پر منگولوں کو مسلط کر دیا۔ ہلاکو خان کے ہاتھوں دارالسلام کی اینٹ سے اینٹ بجوادی۔ دجلہ و فرات کا پانی خون مسلم سے سرخ ہو گیا، پھر ان جاہل درندوں نے بغداد کے کتب خانوں کو جلا کر راکھ کرنے کی کوشش کی مگر علم کے انمول خزانوں کی کثرت کے سامنے جب یہ کوشش

ناکافی نظر آئی تو ان خزانوں کو دجلہ وفرات کی موجوں کے سپرد کر دیا، پھر کیا تھا سرخ پانی سیاہ ہوگیا اور مدتوں یہ سرخی اور سیاہی باہم باقی رہی لیکن آپ جیسی ہستیوں کی برکات تھیں کہ وحشی منگول دولت اسلام سے نوازے گئے اسی ہلاکو کی اولاد میں سے غازان خان دین حق کا حلقہ بگوش ہوگیا، آج تک کسی فاتح نے اپنی مفتوح قوم کا دین اور کلچر قبول نہیں کیا تھا مگر یہ حقیقت ہے کہ اقبال کے الفاظ میں یہیں پر صنم خانے سے کعبے کو پاسبان مل گئے تھے اور اسلام کی اسی فتح مبین کو مشہور امریکی مستشرق پی کے حتی (PK Hitti) نے دین اسلام کی "Dazling Victory" (شاندار فتح) قرار دیا تھا!

پیرحق پرست و مرشد اہل ایمان! تاریخ نے ایک اور کروٹ بدلی اور عبرتوں کا ایک نیا سامان کر گئی! اسلام قبول کرنے والے اسی غازان خان کے بھائی عثمانی ترک دین حق کے لیے ڈھال اور مغربی سامراج کا رستہ روکنے کے لیے سد سکندری بن گئے۔ پورے چار سو سال تک نہ صرف یہ کہ صلیبی طوفان کو روکے رکھا بلکہ مغربی یورپ کے علاقے فتح کرتے ہوئے ویانا کے دروازوں تک بھی جا پہنچے مگر سازش اور غداری کا ایک شرمناک چکر چلایا گیا، عربوں نے اپنے ترک بھائیوں کی پیٹھ میں چھرا گھونپ دیا مگر شریف مکہ کے لیے عرب شہنشاہیت کا خواب ایک سبز باغ ہی ثابت ہوا، عثمانیوں پر تو اقبال کے الفاظ میں کوہ غم ٹوٹ پڑا مگر دھوکے اور عیاری نے عربوں کو بھی ٹھینگا دکھا دیا۔ اور یوں برطانوی سامراج نے دھوکے اور عیاری سے آپ کے بغداد کو تاخت و تاراج کر دیا اور عروس البلاد ایک بار پھر دشمن فاتحین کے قدموں میں تھی ہاں مگر آپ کی برکات سے مکار برطانوی سامراج کو دوسری جنگ عظیم سے دوچار ہونا پڑ گیا اور بالآخر حالت یہ ہوگئی کہ کبھی تو برطانوی سامراج کی قلمرو میں سورج غروب ہی نہیں ہوتا تھا مگر اب طلوع بھی کم کم ہی ہوتا ہے۔

یا پیر دستگیر! آج ایک بار پھر عالمی صیہونیت کو تحفظ دینے والے کچھ اور لیٹرے

جھوٹ اور مکاری کے سہارے آپ کے اسی بغداد پر ٹوٹ پڑے ہیں اور جدید ترین اسلحہ نے بے بس اور نہتے مسلمانوں کے ہنستے بستے بغداد کو ویران کر دیا اور عباسیوں کے تخت خلافت پر بیٹھنے کی ناپاک جسارت کی ہے مگر آپ کی برکت سے قدرت نے اس کے پاؤں نہیں لگنے دیئے اس کا نام نہاد وائسرائے بھاگ کھڑا ہوا، اب جھوٹوں کے ڈھول کا پول کھل چکا ہے اس لیے انکل سام کے سورما بھی کسی حیلے بہانے سے بھاگنے کی سوچ رہے ہیں مگر عراقی مسلمان انہیں بھاگنے نہیں دیں گے عراق میں بھی ویت نام اور صومالیہ کی تاریخ دہرائی جا رہی ہے۔ سفید جھوٹ نے انکل سام کو ذلیل کر دیا ہے، اب تو اس کے چیلے منہ چھپانا بھی مشکل ہو گیا ہے بلکہ جو حشر افغانستان میں سرخ سامراج کا ہو چکا ہے افغان اور عراقی مسلمان نئے سامراج کا بھی یہی حشر کرنے والے ہیں۔

آل نبی کے سرمایہ فخر، امام اولیا! کشمیر اور فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کی آپ کو کیا بتاؤں؟ نہتے اور معصوم انسانوں پر بت پرست اور یہودی مظالم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں۔ ان کے گھر چھینے جا رہے ہیں۔ بے رحم اور بے دریغ فوجی طاقت سے پر امن اور بے گناہ رعایا پر نام نہاد مہذب اور جمہوری حکومتیں وحشیانہ ظلم کر رہی ہیں۔ مگر سیکولرازم اور جمہوریت کے عالمی ٹھیکیدار خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ القدس الشریف کسی نئے صلاح الدین ایوبی کے انتظار میں ہے کشمیر کے بہادر فرزند بت پرستوں کی سنگینوں کے سامنے سینہ تانے کھڑے ہیں مگر کوئی غوری کوئی ابدالی نظر نہیں آتا، بھارت کے بت پرستوں اور اسرائیل کے یہودیوں نے خون مسلم کو ارزاں کرنے کی خاطر خفیہ اتحاد اور اعلانیہ تعاون شروع کر رکھا ہے۔ یہ ناپاک اتحاد بالکل ویسا ہی ہے جیسا اسلام کے قرن اوّل میں یثرب و خیبر کے یہودیوں اور مکہ کے بت پرستوں کے درمیان مسلمانوں کے خلاف ہوا تھا۔ آپ کی دعا و برکت سے اس آج کے ناپاک اتحاد اور تعاون کا حشر ویسا ہی ہو گا جیسا ماضی کے ناپاک

اتحاد کا ہو چکا ہے۔ کل تو صرف بت پرست نابود ہوئے تھے اور یہودی سازشیں اور فحاشی اور سود پھیلانے کے لیے بچ کر بھاگ گئے تھے۔ مگر اب کے دونوں کا حشر وہی ہوگا جو مشرکین مکہ کا ہو چکا ہے۔ شمشیر مسلم کے لیے یہود عالم کو قدرت نے سرزمین فلسطین میں اکٹھا کر دیا ہے جہاں ہر درخت مسلمان سپاہی سے یہ کہنے والا ہے کہ اے مسلمان میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے اور تیری شمشیر حق کا منتظر ہے بدمست یہودی خود بخود فلسطین میں اکٹھے ہو گئے ہیں اور سامراجیوں کے کندھے پر سوار ہو کر مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہیں تا کہ سزا کے مستحق ٹھہرائے جا سکیں۔ رہا بھارت کا بت پرست تو اس کا حشر تو اپنے ہاں کے صدیوں کے غلام اچھوتوں اور بے بس اقلیتوں کے طفیل وہ ہوگا جس پر تاریخ کبھی آنسو بھی نہ بہا سکے گی حضور! آپ کے بابا ہی کا تو فرمان ہے کہ

الملک یبقی بالکفر ولا یبقی بالظلم

''سلطنت کفر سے تو باقی رہ سکتی ہے مگر ظلم سے کبھی باقی نہیں رہتی''

اللہ کا قانون جزا اور سزا اٹل ہے۔

شرف اہل بیت فخر ولایت! عالم اسلام کے بونے اور بزدل حکمرانوں کے لیے دعا کی درخواست ہے! یہ بغیر سریش کے اقتدار کی کرسیوں سے چپکے ہوئے ہیں، صبح و شام سامراجیوں سے لاکھ بار ڈرتے ہیں مگر سال بھر میں اپنے اپنے عوام پر ایک بار بھی ترس نہیں کھاتے! کوئی یوسف بن تاشفین آئے اور ان ملوک طوائف کا وہی حشر کرے جو اندلس میں پہلے ہو چکا ہے۔ آپ تو قطب الاقطاب بھی ہیں۔ غوث الاعظم بھی ہیں اپنے نانا کی امت پر ترس کھایئے۔ آپ تو اللہ تعالیٰ کے پیارے اور برگزیدہ ولی ہیں اپنے پروردگار سے التجا کیجئے کہ تمام عالم اسلام کے مسلمانوں کو شورائی جمہوری حق عطا ہو، عوام اور حکمرانوں میں بیگانگی ختم ہو، فاصلے دور ہوں مسلمانوں کے حکمران امت کے خادم ہوں جو مسلم عوام اور

سرزمین اسلام کے وفادار اور خیر خواہ ہوں فدا کار ہوں دل آزار نہ ہوں۔
مسلمانوں کے لیے جئیں مریں ان کی جان نہ لیں۔آمین ثم آمین!
(غوث اعظم سیمینار یونیورسٹی آف فیصل آباد کے لیے لکھا گیا)

سیدنا غوث الاعظمؒ شیخ عبدالقادر جیلانی کی مجالس وعظ:

(پروفیسر ڈاکٹر محمد اشرف سیالوی ☆)

تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی ملت اسلامیہ کے وجود کو سنگین خطرات لاحق ہوئے تو اس نازک دور میں حضرات صوفیائے کرام نے اپنے مخصوص نظام تربیت اور طریق دعوت سے روحانی تحریکیں برپا کر کے دین اسلام کو حیات نو بخشی۔ طریق کار کے معمولی اختلاف کے ساتھ تمام صوفیائے کرام کی تحریکوں کے اہداف اور مقاصد تقریباً یکساں تھے۔ ان مراکز تربیت کو تصوف کی اصطلاح میں خانقاہ، رباط اور زاویہ کا نام دیا گیا۔ خانقاہ کے تین اہم شعبے (۱) مدرسہ (۲) مسجد (۳) زیر تربیت سالکین کی اقامت گاہ تھے۔ تربیتی اور انتظامی امور کی نگرانی ''شیخ طریقت'' خود فرماتے۔ فقہ و تصوف اور احکام و احوال کے حوالے سے عوام و خواص ہر ایک حسب ضرورت و صلاحیت فیض یاب ہوتا۔ ان درباروں اور خانقاہوں سے وابستگی کو علماء و صلحاء اور زہاد حتی کہ امراء و سلاطین بھی اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے۔ مشائخ صوفیاء شب و روز اصلاح احوال اور خلق خدا کی راہنمائی کے لیے مشغول رہتے۔

حضرت سیدنا غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے ابتدائی عرصہ ظاہری علوم کی تحصیل میں گزارا پھر پچیس سال کی طویل مدت تک مجاہدہ و ریاضت کی غرض سے عراق کے صحراؤں اور بیابانوں میں رہے۔ آپ فرماتے ہیں: اس دوران نہ میں مخلوق کو جانتا تھا اور نہ وہ مجھے جانتے تھے۔ میرے ہاں رجال غیب آیا کرتے، پھر اللہ کی طرف سے دعوت و تبلیغ اور تربیت و اصلاح کا حکم ہوا۔''(۱)

آپ فرماتے ہیں: ''کہ مجھ پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا جذبہ اس قدر غالب ہو گیا کہ میرے لیے خاموش رہنا مشکل ہو گیا۔''(۲)

☆ بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

آپ نے اپنے استاد ابو سعید مخرمیؒ کے مدرسہ میں تدریس کا آغاز کیا اور پھر اپنے مدرسہ کی بنیاد رکھی اور مجالس وعظ کا آغاز کیا۔ آپ کی مجالس وعظ ہفتہ میں تین روز ہوا کرتی تھیں، مدرسہ میں ہر جمعہ کی صبح اور منگل کی شام مجلس وعظ ہوتی۔ اور اتوار کو رباط میں علاوہ ازیں جمعہ کے خطبات کا اہتمام ہوتا، آپ مدرسہ سے سوائے جمعہ کے باہر تشریف نہ لاتے۔ جب وعظ کرنے کا حکم ہوا تو فرماتے ہیں:

''حضور رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: ''اے میرے پیارے بیٹے! تم کلام کیوں نہیں کرتے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں عجمی شخص ہوں، بغداد کے فصحاء کے سامنے کیسے بول سکتا ہوں''۔ رسول ﷺ نے آپ کے منہ میں اپنا لعب دہن ڈالا اور فرمایا: لوگوں سے کلام کرو، انہیں اپنے رب کی طرف بلاؤ، حکمت اور حسن موعظت کے ساتھ۔'' اسی طرح حضرت علیؓ نے لعاب دہن آپ کے منہ میں ڈالا۔ حضرت غوث الاعظم فرماتے ہیں کہ مجھے یوں لگ رہا تھا گویا میں فکر کا غواص بن کر دل کے سمندر میں گہر ہائے معرفت کے لیے غوطہ زن ہوں اور ان موتیوں کو سینے کے ساحل پر لا رہا ہوں۔ (۳)

اللہ نے آپ کی زبان میں بڑی تاثیر رکھی، ابتداء میں چند افراد آپ کا وعظ سننے آتے، پھر تھوڑے عرصے بعد مدرسہ کی جگہ تنگ ہو گئی، مدرسہ میں توسیع کی گئی اور پھر کھلے میدان میں مجلس وعظ کا انعقاد ہونے لگا۔ لوگ دور دور سے آتے اور حضرت غوث الاعظم کے بقول لوگوں کی بھیڑ کا یہ حال ہوتا کہ لوگوں کی تعداد ستر ہزار تک پہنچ جاتی۔ آپ کے فرزند سیدنا عبدالوہاب ان کی مجالس وعظ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''حضرت غوث الاعظم کی مجلس وعظ میں چار سو علماء کی دواتیں شمار کی گئیں جو آپ کے ملفوظات نقل کرتے۔'' (۴) ایک روایت میں ہے کہ عشاء کے وقت مجلس وعظ ہوتی اور لوگ مشعلیں ساتھ لاتے۔ آپ کا مدرسہ ۵۲۸ھ میں مکمل ہوا۔ دور دور سے علماء اور صلحاء

آپ کے درس و وعظ میں شریک ہوتے۔(۵) وہ مجلس وعظ جس میں آپ نے فرمایا:

"قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله"

اس میں پچاس ایسے صلحاء موجود تھے جو اوتاد و ابدال کے مرتبہ پر فائز تھے۔(۶) سیدنا غوث الاعظم ان مجالس وعظ کے اثرات و نتائج کے حوالے سے فرماتے ہیں:

''میری تمنا تھی کہ میں صحراؤں اور بیابانوں میں رہوں جیسے ابتدائی دور میں تھا کہ نہ میں مخلوق کو دیکھتا اور نہ لوگ مجھے دیکھتے، پھر اللہ بزرگ و برتر نے ارادہ فرمایا کہ میرے ذریعے مخلوق کو نفع پہنچے، پس میرے ہاتھ پر پانچ ہزار سے زائد یہود اور نصاریٰ نے اسلام قبول کیا اور لاکھوں افراد نے گناہوں سے توبہ کی۔''(۷)

وعظ کا یہ سلسلہ تیس سال تک جاری رہا۔ آپ کے خلیفہ حضرت عفیف الدین مبارک نے جمادی الاولیٰ ۵۴۵ھ تا رجب ۵۴۶ھ تقریباً ایک سال اور دو ماہ کے خطبات اور ملفوظات جمع فرمائے۔ باسٹھ خطبات پر مشتمل کتاب ''الفتح الربانی'' حضور غوث الاعظم کی تعلیمات کا بنیادی ماخذ ہے۔ بلاشبہ آپ کے ملفوظات تصوف معرفت اور حکمت و دانش کا خزینہ ہیں۔ حقائق تصوف کا جامع بیان، آیات و احادیث اور اقوال صوفیاء کی دلنشین تعبیر و توجیہ، اولیاء اللہ کی صفات کا بیان اور ان کی خدمت و صحبت پر تاکید ان خطبات اور مجالس وعظ کا بنیادی موضوع ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ بزرگ و برتر نے عرش و لوح کی وادی علم سے حکمت کے چشمے پیدا فرمائے جو اس کے نیک اور معرفت والے بندوں کے دلوں کی زمین سے گزر کر مردہ اور ناخداشناس دلوں کی زمین کو سیراب کرتے ہیں۔(۸) تربیت سلوک کے باب میں طالبان حق کو نصیحت فرماتے ہیں:

''تجھے سب سے پہلے مشائخ کی صحبت کی ضرورت ہے اور نفس، طبیعت اور ماسوا اللہ کو ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ ان کے دروازے سے چمٹ جا یعنی مشائخ کے، پھر ان

سے الگ ہو اور اپنے عبادت خانہ میں اللہ کے حضور تنہائی اختیار کر لے۔ جب یہ مکمل ہو جائے تو تو اللہ کے اذن سے حق کا رہنما او ہدایت یافتہ ہو جائے گا۔ ایک اور جگہ فرمایا، تمہارے لیے ایک شیخ کی ضرورت ہے جو حکمت والا ہو، اللہ کے احکام پر عمل کرنے والا ہو، جو تجھے مہذب بنائے، تجھے علم دے اور تجھے نصیحت کرے۔''(۹)

وہ اولیاءاللہ کی صفات یوں بیان کرتے ہیں: ''اولیاءاللہ بارگاہ رب العزت میں مودب ہوتے ہیں ان کی کوئی حرکت، ان کا کوئی قدم نہیں اٹھتا جب تک کہ ان کے قلوب میں واضح اذن نہیں ملتا، ان کا مباح اشیاء میں سے کھانا، لباس پہننا اور نکاح کرنا، اور دیگر امور میں تصرف بغیر اذن صریح کے نہیں ہوتا۔''(۱۰)

لوگوں کو مشائخ حق کی بارگاہ میں حاضری کے لیے تاکید فرماتے:

''اے میری قوم! تم کب عقل سے کام لو گے، جس بات کی طرف میں اشارہ کر رہا ہوں اس کا ادارک کب کرو گے، حق کے طلبگاروں کا طواف کرو، پس جب انہیں پالو تو جان و مال سے ان کی خدمت کرو، یہ طالبان حق اور سچے لوگ ان کی خوشبو ہوتے ہیں، ان کے چہروں پر روشن نشانیاں ہوتی ہیں لیکن آفت تو تمہارے اندر ہے تمہاری بصارتوں میں ہے، تم صدیق اور زندیق میں فرق نہیں کر پاتے، حلال و حرام میں فرق نہیں کر سکتے، زہر آلود اور غیر زہر آلود کا فرق نہیں کر سکتے، مشرک اور موحد مخلص اور منافق گنہگار اور تابعدار، طالب حق اور طالب دنیا کے درمیان فرق نہیں کر سکتے۔ علم کے مطابق عمل کرنے والے مشائخ کی خدمت کرو تا کہ وہ تمہیں حقائق اشیاء کا علم دے سکیں یوں اللہ کی معرفت میں کوشش کرو۔(۱۱)

آپ کی تعلیمات میں علم، عمل اور اخلاق تینوں عناصر کا یک جا جمع ہونا توحید کا تقاضا ہے۔ فرمایا: اے جوان! زبانی فقہ قلبی عمل کے بغیر تجھے ایک قدم بھی حق کی طرف

آگے نہیں کر سکتی۔ اعمال کی بنیاد توحید پر ہے اور جس کے ہاں توحید نہیں اور نہ اخلاص ہے ا
ُس کا کوئی عمل معتبر نہیں، اپنے عمل کی بنیاد توحید اور اخلاص پر مضبوط رکھ۔'' آپ نے فرمایا:
''جو علم کے مطابق عمل نہیں کرتا وہ جاہل ہے اگرچہ وہ علوم کے متون و معانی کا حافظ ہو'' علم و
عمل میں تضاد آپ کی نگاہ میں منافقت ہے۔ (۱۳)۔ فرمایا: ''اے علوم والے تو عمل کے
بغیر محض علم کے نام پر قناعت کر گیا، یہ تجھے کیا نفع دیگا جب تو کہتا ہے ''میں عالم ہوں'' تو تو
جھوٹ بولتا ہے۔ عجب بات ہے، ترا نفس کیسے خوش ہوتا ہے جب کہ تو دوسرے کو ایسی بات
کا حکم کرتا ہے۔ جس پر خود عمل نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لم تقولون مالا تفعلون الآية

تیرے لئے ہلاکت ہو لوگوں کو سچائی کا حکم دیتا ہے اور خود جھوٹ بولتا ہے۔

انہیں توحید کا درس دیتا ہے اور خود شرک کرتا ہے۔ انہیں اخلاص کی نصیحت کرتا
ہے اور خود ریا کار اور منافق ہے، لوگوں کو کہتا ہے کہ گناہ چھوڑ دو خود گناہوں کا ارتکاب کرتا
ہے، تو نے علم کے ساتھ دھوکہ کیا امانت کو ضائع کیا اور اللہ کے ہاں تیرا نام خیانت کرنے
والوں میں لکھا گیا، میرے خیال میں توبہ اور اس پر ثابت قدمی کے علاوہ تیری کوئی دوا
نہیں۔ (۱۴)

آپ کے نزدیک نفاق قبیح ترین فعل ہے۔ ان خطبات وعظ کا اکثر حصہ نفاق و
ریاء اور اس سے توبہ پر مشتمل ہے۔ بے عمل مسلمان کو سرزنش کرتے ہیں۔

''تیری زبان پرہیز گار ہے لیکن تیرا دل فاجر، تیری زبان تو اللہ کی حمد بیان کرتی
ہے لیکن تیرا دل اس سے مڑا ہوا ہے۔ تیرا ظاہر مسلمان ہے اور باطن کافر، ظاہر تو موحد ہے
لیکن باطن مشرک، تیرے ظاہر پر زہد ہے لیکن باطن خراب ہے۔'' (۱۵)

آپ ایسے علماء کو جہلاء گردانتے ہیں، طالبان حق اور مدعیان اصلاح کو بار بار

تنبیہہ فرماتے ہیں تاکہ وہ نفاق کو چھوڑ دیں فرماتے ہیں:

''تیرے لیے ہلاکت ہو تو خود جب غرق ہو جانے والا ہے تو دوسرے کو کیسے بچائے گا، تو خود تو اندھا ہو تو دوسرے کو سیدھے راہ کیسے لے چلے گا، بے شک بینا شخص ہی لوگوں کو آگے لے جا سکتا ہے۔ ایک اچھا پیراک ہی سمندر میں غرق ہونے سے بچا سکتا ہے، اللہ کی طرف تو وہی لے جا سکتا ہے جسے اس کی معرفت حاصل ہو، جو اس کی معرفت سے محروم ہے وہ اس کی طرف کیونکر راہنمائی کر سکتا ہے۔''(۱۶)

حقیقی تصوف اور کامل صوفی کے کردار کی وضاحت فرماتے ہیں:

''اے جوان! اپنے دل کو اکلِ حلال کے ساتھ صاف کر لے تو اپنے رب کی معرفت حاصل کر لے گا۔ اپنے لقمہ، لباس اور دل کو صاف کر لے تو صوفی صافی بن جائے گا۔ تصوف ''صفا'' سے مشتق ہے۔ اے صوف پہننے والے! سچا صوفی وہ ہے جس نے ماسوا اللہ سے دل کو صاف کر لیا، یہ چیز محض سر منڈانے، صالحین کی حکایات بیان کرنے، تسبیح و تہلیل کے لیے انگلیاں حرکت میں لانے سے نہیں آتی بلکہ یہ حق کی طلب میں سچائی، دنیا سے بے رغبتی مخلوق سے علیحدگی اور ماسوا اللہ سے تجرد کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔''(۱۷)

حضرت شیخ قدس سرہ نے دیکھا کہ مسلمان نفاق و ریاء اور دنیا پرستی میں مبتلا ہیں تو آپ نے انہیں سخت سرزنش کی، توبہ کی طرف بلایا، صدق اختیار کرنے کا حکم دیا، آپ کے وعظ میں رعب و جلال کے ساتھ ساتھ مخلوق خدا کی اصلاح کا زبردست داعیہ اور جذبہ بھی موجود ہوتا۔ ایک مرتبہ فرمایا:

''اے اس شہر کے مکینوں! تمہارے ہاں نفاق بڑھ گیا ہے، اخلاص کم ہو گیا ہے۔ تمہاری باتیں زیادہ ہوتی ہیں اور اعمال کم، قول بغیر عمل کوئی چیز نہیں۔(۱۸)

حاصل کلام یہ ہے کہ سیدنا غوث الاعظم قدس سرہ کی مساعی کو اللہ نے قبولیت بخشی

اور ایسی روحانی تحریک برپا ہوئی جس نے تعلق باللہ، یادِ الٰہی، اخلاص اور اخوت اسلامی کے گلستان آباد کر دیئے۔ آج عالم اسلام جس نازک دور سے گزر رہا ہے اسکا ایک سبب مسلمان قوم کا بحیثیت مجموعی نفاق میں مبتلا ہونا ہے۔ افراد قول و فعل کے تضاد کا شکار ہیں، علماء، مدعیانِ تصوف، اربابِ سیاست و حکومت غرضیکہ سب ادارے کھلے نفاق میں ہیں۔ منافقت کے اس رویہ نے ملت اسلامیہ کو تباہی و بربادی اور بین الاقوامی سطح پر ذلت و رسوائی سے دوچار کر دیا ہے، ضرورت ہے کہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے تعلق اور نسبت رکھنے والے اصلاح امت کی فکر کریں اور آپ کی تعلیمات کو موثر طریق پر اجاگر کریں۔

حواشی: مصادر و مراجع

۱۔ التادنی: محمد بن یحییٰ المتوفی ۹۶۳ھ قلائد الجواہر، ص ۱۸ مطبع البابی الحلبی، مصر، ۱۹۰۷ء

۲۔ نفس المصدر، ص ۱۹

۳۔ الیافعی: الامام عبداللہ، خلاصۃ المفاخر (اردو ترجمہ)، ص ۱۴۶، مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۳ء

۴۔ شطنوفی، نور الدین ابو الحسن، بہجۃ الاسرار، ص ۹۵، مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، ۱۳۳۰ھ

۵۔ نفس المصدر، ص ۹۲

۶۔ نفس المصدر، ص ۹

۷۔ قلائد الجواہر، ص ۱۹

۸۔ بہجۃ الاسرار، ص ۸۹

۹۔ الجیلانی، الشیخ السید عبدالقادر، غنیۃ الطالبین، ج ۲، ص ۱۶۳، مطبع دمشق

۱۰۔ الجیلانی، الشیخ السید عبدالقادر، الفتح الربانی، (عربی/اردو ترجمہ از مفتی محمد ابراہیم قادری) ص ۱۹۶، ۲۴۹، فرید بک سٹال، اردو بازار لاہور، ۱۹۸۶ء

۱۱۔ نفس المصدر

۱۲۔ نفس المصدر، ص ۱۴۴

۱۳۔ نفس المصدر، ص ۱۷۰، ۱۷۹

۱۴۔ نفس المصدر، ص ۶۲۹

۱۵۔ نفس المصدر، ص ۶۱۹

۱۶۔ نفس المصدر، ص ۲۴۱

۱۷۔ نفس المصدر، ص ۲۷۰

۱۸۔ نفس المصدر، ص ۲۲۲

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ: ایک شخصیت ایک تحریک

(ڈاکٹر محمد حسین آزاد القادری)☆

اسلام دین فطرت ہونے کے ساتھ ایک مکمل ضابطہ حیات بھی ہے۔ تکمیل دین کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے زندگی کو حرکت و تغیر اور جہد مسلسل میں تبدیل کر دیا گویا زندگی حرکت کا دوسرا نام ہے۔ اور یمِ زندگی ہر لحظہ رواں ہے اور مومن ہر لمحہ ایک نئی دنیا میں داخل ہوتا ہے:

دمادم رواں ہے یمِ زندگی — ہر اک شے سے پیدا رمِ زندگی
ٹھہرتا نہیں کاروانِ وجود — کہ ہر لحظہ ہے تازہ شانِ وجود

یہ دین چونکہ آخری اور عالمگیر دین ہے اور امت محمدیہ بھی آخری امت ہے اس لیے ضروری تھا کہ اس امت کا واسطہ، دنیا کے تمام انسانوں سے رہے۔ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے امت وسطہ بنا کر دنیا میں اعتدال اور امن وسلامتی کی اقدار کو قائم کرنے کے لیے بنایا ہے۔ یہ امت ایسے دین فطرت کی پیروکار ہے جو ابدی عقائد وحقائق کے تمام تر قواعد و ضوابط کے ساتھ روشن خیال، اعتدال پسند اور امن وسلامتی جیسی جملہ خوبیوں کا حامل بھی ہے۔ کائنات انسانی کی تاریخ گواہ ہے کہ اس دین فطرت نے ہر عہد کو ایسی نابغہ روزگار شخصیتیں عطا کی ہیں جنھوں نے دلوں کے مردہ قبرستانوں میں زندگی کی روح پھونکی ہے۔ مذاہب عالم کی تاریخ کا یہ واحد دین ہے جو اپنے اندر مردم خیز شخصیتوں کو پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ تاریخ کے ہر عہد کو متحرک شخصیتوں کی ضرورت رہی ہے کیونکہ ان کے وجود کے بغیر مذہب کی تاریخ کا قائم رہنا ممکن نہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر عہد نو کا سورج افتراق وانتشار اور پرآشوب تاریخ کا حامل رہا ہے۔ اس لیے ہر نئے فتنے اور نئے خطرے کے لیے

نئی شخصیتوں اور عبقری ہستیوں کا ہونا ایک لازمی امر ہے۔ اسلام چونکہ آخری اور مکمل ضابطہ حیات کے طور پر ابدی اور زندہ تعلیمات کے ساتھ پیغمبر آخرالزماں حضرت محمد ﷺ کو عطا کیا گیا، اس لیے اس کے اندر ابدالآباد تک قائم رہنے کی صلاحیتیں بھی رکھ دی گئیں۔ ایسی صلاحیتیں جو ہر آنے والے نئے عہد کی کشمکش کا مقابلہ کر سکیں اور اس کے تقاضوں پر پورا اتر سکیں۔ اللہ رب العزت نے ان ذمہ داریوں سے عہد برآ ہونے کے لئے اس کا انتظام بھی کر دیا ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی حضرت محمد ﷺ کو زندہ دفن کی تعلیمات کیلئے مبعوث فرمایا جن کا اسوۂ حسنہ تمام بنی نوع انسان کامل نمونہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ دوسرا یہ کہ اس دین فطرت کی ترویج و اشاعت کے لیے ہر عہد میں انقلابی شخصیتوں کو پیدا کرنے کا اہتمام فرما دیا تا کہ اس دین متین کی معتدل روشن خیال تعلیمات نسل نو کو منتقل ہوتی رہیں۔

یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ جتنی متحرک شخصیات اس دین نے پیدا کی ہیں مذاہب عالم کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ یہ کوئی حادثاتی بات نہیں بلکہ مشیت ایزدی تھی کہ معلم انسانیت حضرت محمد ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ جیسی بردبار اور حالات کی نبض پہچاننے والی شخصیت کو خلافت و نیابت کا یہ فریضہ سونپا جائے اور پھر اسلامی سلطنت کی حدود کو وسعت دینے کے لیے حضرت عمرؓ جیسی مدبر متحرک سخت گیر ہستی سے کام لیا جائے جو اسلام کی پھیلتی فتوحات کا انتظام و انصرام احسن انداز میں کر سکے۔ اسلام نے آغاز میں ہی کٹھن دن دیکھنا شروع کر دیے تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں ہی اس کے قلب پر حملے شروع ہو گئے تھے۔ حضرت علیؓ کے عہد کو اعصاب شکن حالات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ دین فطرت کی روز بروز بڑھتی قوت اور پھیلتی جغرافیائی حدود کو مٹانے کے لیے مخالف قوتوں نے پورا زور لگایا لیکن یہ اپنے اعتدال پسند رویے کی وجہ سے استقامت کے ساتھ مخالفات کا مقابلہ کرتا رہا۔ اور تمام تر مشکلات کے باوجود آگے بڑھتا رہا۔ بلکہ اپنے سب

/02329

حریفوں کو شکست دیتا ہوا، عرب کے صحراؤں سے نکل کر عجم کے لالہ زاروں تک پہنچ گیا۔ وہاں سے سفر کرتا ہوا برصغیر میں داخل ہوا اور اس کے سومناتوں کو زمین بوس کر دیا۔ فاطمیوں اور باطنیوں جیسی اسلام دشمن قوتوں نے اس کی روح کو گھائل کرنے کی بھرپور کوشش کی لیکن یہ اپنے بھرپور عزم و استقلال کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔ تشکیک والحاد، تحریفات و تاویلات، بدعات تعیشات اور نفس پرستی و عقل پرستی کے اس پر بار بار حملے ہوتے رہے لیکن اس نے اپنے وجود کو اپنی اصلی حالت میں قائم رکھا۔ اس دین کی جگہ کوئی اور دین ہوتا تو صفحۂ ہستی سے مٹ چکا ہوتا لیکن یہ اپنے اعتدال پسند اور روشن خیال رویوں کی وجہ سے ہر آنے والے عہد کے تقاضوں پر پورا اترتا رہا۔ اس اعتدال پسند دین کی روح نے کبھی شکست نہیں کھائی اور نہ ہی عقائد باطلہ کی چیرہ دستیاں اس کی قوت کو شل کر سکیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس دین نے ہر عہد کو، اس کے حالات کے مطابق، ایسے زندہ افراد فراہم کئے جنہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے حالات کا دھارا موڑ دیا۔ اصلاح و ارشاد کے اس تسلسل میں صوفیا علماء کا کردار ہمیشہ اہمیت کا حامل رہا ہے اور اس کا اقرار اپنوں کے علاوہ بیگانے بھی کرنے پر مجبور ہوتے رہے۔ معروف مستشرق پروفیسر ایچ۔ اے آر گب نے کہا تھا:

''اسلام کی تاریخ میں کئی بار ایسے مواقع آئے کہ اسلام کی ثقافت کا شدت سے مقابلہ کیا گیا لیکن وہ مغلوب نہ ہو سکا اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ تصوف یا صوفیاء کا انداز فکر فوراً اس کی مدد کو آ جاتا تھا اور اس کو اتنی قوت اور توانائی عطا کر دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کر سکتی تھی۔'' (۱)

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد جب خلافت راشدہ نے ملوکیت کی شکل اختیار کی تو اللہ رب العزت نے حجاج بن یوسف کے لیے امام حسن بصریؒ کو بھیج دیا جنہوں نے اس کے ہر ظلم کے وار کو بردباری اور صبر کی ڈھال سے روکا اور دین کے جلتے ہوئے چراغ کو ظلم کی

آندھیوں سے بچائے رکھا۔ ابو جعفر منصور نے جب انتقام کا روپ دھارا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کو بھیج دیا۔ جب ان کا وقت رخصت آیا تو اسی لیے حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی روح وجود میں آ گئی۔ الغرض اللہ رب العزت اس دین متین کی بقا کے لیے ایسے زندہ افراد پیدا کرتا رہا جو اپنی دل آویز شخصیتوں سے گم کردہ راہ لوگوں کو راہ ہدایت دکھاتے رہے اور تجدید دین کا فریضہ انجام دیتے رہے۔

پانچویں صدی ہجری اس لحاظ اسلام کی تاریخ میں اہم صدی سمجھی جاتی ہے۔ اس صدی نے جہاں بڑے انقلابات دیکھے وہاں عظیم شخصیتوں کو بھی وجود میں آتے دیکھا۔ ان عظیم شخصیات میں ایک شخصیت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کی ہے جنہوں نے اپنی روح پرور تعلیمات سے محمد عربی ﷺ کے مردہ دین میں زندگی کی روح پھونک کر، محی الدین کا لقب اختیار کیا۔ پانچویں صدی ہجری نے اگرچہ امام غزالی ابونجیب سہروردی اور ابن جوزیؒ جیسی نابغہ روزگار شخصیتوں کی علمی و دینی خدمات کو سراہا لیکن شیخ عبدالقادر جیلانی کی شخصیت نے انسانی زندگی میں ایسا انقلاب برپا کیا کہ تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے آج تک قاصر ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا وجود دنیائے تصوف کا ایک معتبر حوالہ ہے۔ آپ کی شخصیت تصوف کی شناخت کا ذریعہ اور عرفان کی اقدار سے لے کر عارفوں کی دنیا میں داخل ہونے تک کا وسیلہ ہے۔ آپ کی شخصیت میں زندگی کے جملہ پہلو جلوہ گر نظر آتے ہیں خلوت اور جلوت کے تمام رنگ نمایاں نظر آتے ہیں۔ دین و دنیا کا ایک خوبصورت امتزاج جھلکتا نظر آتا ہے۔ آپ کی شخصیت ایسی دھنک کا نام ہے جس میں علم و عمل، محبت و عقیدت، عجز و نیاز، فکر و خیال، قدرت اظہار، تجربات و مشاہدات اور شریعت و طریقت کے تمام رنگ موجود ہیں۔ ان تمام رنگوں نے مل کر آپ کی شخصیت کو ایک ایسی قوس قزح بنا دیا ہے جس

کے تمام رنگ آپ کے وجود کی گہرائیوں سے پھوٹتے نظر آتے ہیں۔ شیخ عبدالقادر جیلانی انسانی زندگی میں بشارت بن کر آئے۔ انہوں نے زندگی کے مخفی پہلوؤں اور گم شدہ معانی کی بازیابی کی مہم کو ہی سر نہ کیا بلکہ بڑے حوصلے کے ساتھ دکھوں کی بھٹی میں جلتے اور سلگتے انسانی معاشرے کو جینے کا ڈھنگ بھی دیا اور ان کے بانجھ اذہان میں شعور و آگہی کے مضمون کاشت کر کے ان کی حسی اور فکری صلاحیتوں کو جلا بخشی۔

ابن تیمیہ نے آپ کے بارے میں کہا تھا: شیخ جیلانی کی کرامات اگرچہ حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں لیکن ان کی سب سے بڑی کرامت مردہ دلوں کی مسیحائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب کی توجہ اور زبان کی تاثیر سے لاکھوں انسانوں کو نئی ایمانی زندگی عطا فرمائی۔ آپ کا وجود اسلام کے لیے ایک باد بہاری تھا جس نے دلوں کے قبرستان میں نئی جان ڈال دی اور عالم اسلام میں ایمان و روحانیت کی ایک نئی لہر پیدا کر دی۔ (۲)

کوئی مجلس ایسی نہ تھی جس میں یہود و نصاریٰ اسلام قبول نہ کرتے۔ ڈاکو اور لٹیرے تائب نہ ہوتے اور بدعقیدہ توبہ قبول نہ کرتے۔ آپ نے حقائق کی چوٹی پر کھڑے ہو کر، عراقی معاشرے کے گم کردہ راہ لوگوں کا علاج، ایک حاذق حکیم کی طرح کیا۔ حالات کی نبض پر ہاتھ رکھ کر بیمار قلوب کے دکھوں کو محسوس کیا۔ اور پھر ان کے زنگ آلود قلوب میں اتر کر ان کے زنگ کو اتارا۔ تشکیک و الحاد سے آلودہ اذہان میں توحید کا بیج بویا۔ تصوف کو پیچیدگیوں سے نکال کر شریعت سے ہم آہنگ کیا اور روایت تصوف میں ایک نکھار پیدا کر کے اسے اوج کمال پر پہنچایا۔ جبہ و دستار، محراب و منبر اور علماء کے گروی شعور ضمیر کو حاکمان وقت سے آزاد کرایا۔ زندگی کے ۷۳ برس بغداد میں گزارے، پانچ عباسی حکمرانوں کا عہد دیکھا، سلطنتوں کو بنتے اور بگڑتے دیکھا۔ سلجوقی اور عباسی خلفاء کی کشمکش پر غور کیا۔ مصر کی سلطنت عبیدیہ کے الحاد اور بے دینی کے نظریات کو پھیلاتے دیکھا۔ قرامطہ، باطنیہ، اہل

رقص اور معتزلہ کے نت نئے ابھرتے فتنوں کو دیکھا۔ اس عہد کی زبوں حالی کا اندازہ اس عہد کے مورخ ابن جوزی کے ان الفاظ سے کیا جا سکتا ہے وہ کہتے ہیں: اگر کوئی شخص عصر تک واپس اپنے گھر نہ لوٹتا تو سمجھ لیا جاتا کہ وہ باطنی فدائیوں کا شکار ہو چکا ہے۔ اس بدامنی اور فساد کے ساتھ انہوں نے ذہن و ادب اور علم کو بھی متاثر کیا اور دین کے اصول و نصوص میں تحریف کر کے الحاد کا دروازہ کھول دیا۔ تشکیک و الحاد کے ساتھ انہوں نے اسلام کی عظیم شخصیتوں پر اپنے خنجروں کو آزمایا، عمادالدین زنگی اور نظام الملک طوسی جیسے اسلام کے عظیم مجاہد ان کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

آپس کی خانہ جنگی کی الم ناکیوں اور اپنوں کی ریشہ دوانیوں کو قریب سے دیکھا۔ یہ تمام واقعات آپ کے سامنے گزرے جنہوں نے بغداد کے تقدس کو پامال کیا۔ ان تمام واقعات نے آپ کو تڑپا دیا۔ آپ اگرچہ مسند وعظ و ارشاد پر بیٹھے تھے لیکن آپ کا شعور و احساس اسی آگ میں جل رہا تھا یہی وہ سوز دروں تھا جس نے آپ کو عزم و ہمت اور خلوص دل کے ساتھ اصلاح نفوس، تزکیہ قلوب اور تبلیغ دین کی طرف راغب کیا۔ آپ پورے عزم کے ساتھ اس وادی میں اترے اور بڑی استقامت کے ساتھ انہیں تشکیک و الحاد کی فضا سے نکالا۔ نفرت و تعصب، انتہا پسندی و تنگ نظری سے نکال کر، روشن خیالی، اعتدال پسندی اور امن و سلامتی کی راہ پر گامزن کیا۔ آپ نے لوگوں کے اذہان میں اتر کر، ان سے فرقہ واریت کو نکالا۔ اور ان کے قلوب میں اتر کر، اندر کی دنیا کو ٹٹولا اور کھوج لگا کر ان کے نفاق اور دنیا کے لالچ کو نکال باہر پھینکا۔ آپ فرمایا کرتے کہ میں لوگوں کے ذہنوں سے نہیں بلکہ ان کے دلوں سے مخاطب ہوتا ہوں۔ آپ کا دل اہل بغداد کے نفاق، اخلاقی انحطاط اور دینی زوال پر خون کے آنسو روتا بالآخر آپ نے اہل عراق کو مخاطب ہو کر فرمایا:

"جناب رسول ﷺ اللہ کے دین کی دیواریں پے در پے گر رہی ہیں اس کی

بنیادیں بکھری جاتی ہیں، اے باشندگان زمین آؤ، جو گر گیا ہے اس کو مضبوط کر دیں اور جو ڈھ گیا ہے اس کو درست کر دیں۔ یہ چیز ایک سے پوری نہیں ہوتی، سب ہی کو مل کر کام کرنا چاہیے۔ اے سورج! اے چاند اور اے دن تم سب آؤ۔ (۳)

مسلمانوں کے باہمی افتراق و انتشار نے آپ کو بہت رنجیدہ کیا، اسی سوز دروں نے آپ کو خلوت کی بجائے امور سلطنت میں مداخلت اور حکمرانوں کو وعظ و نصیحت پر مجبور کیا۔ آپ کی تجدیدی فکر اور دعوت تربیت نے سیاست پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ آپ امور سلطنت سے آگاہ رہتے اور خلفاء کو بطور تادیب خطوط لکھتے یا انہیں بلا کر سختی سے منع فرما دیتے یا بر سر منبر نوکتے، بدعت اور شرعی خلاف ورزی پر حکما روک دیتے، بذریعہ خطوط منع کرنے کا انداز اس طرح ہوتا:

''یہ مکتوب عبدالقادر کی جانب سے ہے جو تم کو فلاں فلاں باتوں کا حکم دیتا ہے، اس کا حکم تم پر نافذ ہے اور اس کی اطاعت تم پر لازم ہے کیونکہ وہ تمہارا مقتدا ہے اور تم پر اس کی حجت قائم ہے۔ (۴)

آپ کا یہ طرز تخاطب اور تنبیہ کا انداز واضح کرتا ہے کہ سیاسی امور میں آپ کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ ایسا سخت خط جب خلفاء کو پہنچتا تو وہ جبیں پر شکن تک نہ لاتے۔ بلکہ خط کو چومتے، آنکھوں سے لگاتے اور کہتے اور بے شک شیخ نے درست فرمایا (۵)

شیخ ابوالحسن کا بیان ہے کہ خلیفہ مقتفی لامر اللہ کے وزیر ابن ہبیرہ نے مجھ سے کہا کہ خلیفہ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ شیخ بہت توہین آمیز طریقے سے میرا ذکر کرتے ہیں اور ان کی خانقاہ میں درخت ہے، اس کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:

''اے درخت! ظلم سے باز آ جا ورنہ میں تیرا سر قلم کر دونگا''

اور ان کا اشارہ میری طرف ہوتا ہے شیخ فقیہ کہتے ہیں کہ مجھے کہا گیا کہ میں شیخ

کی خدمت میں حاضر ہو کر حسن تدبیر سے سمجھاؤں کہ خلیفہ سے اس طرح تعرض نہ کریں۔ جب میں شیخ کی خدمت میں گیا تو اثنائے گفتگو، آپ نے فرمایا کہ: ہاں میں اس کا سر قلم کر دونگا۔ میں سمجھ گیا کہ یہ میرے سنانے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے واپسی پر واقعہ وزیر کو سنایا، اس نے روتے ہوئے کہا کہ واقعی حضرت شیخ کے فرمان میں کوئی شک وشبہ نہیں، وزیر نے آپ کی خدمت میں جانا شروع کر دیا۔ جب وہ مؤدبانہ طریقے سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ سختی سے مواخذہ فرماتے، جب وہ رونے لگتا تو آپ مہربان ہو جاتے۔ (۶)

خلفاء اور امراء امور سلطنت میں مشورہ کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے۔ آپ ان سے بلاخوف وخطر حق بات کہہ دیتے۔ ان سے ملاقات کا دستور یہ تھا کہ ان کے آتے ہی اطلاع پا کر حجرےؓ سے اٹھ کر گھر تشریف لے جاتے، جب وہ پہنچ کر بیٹھ جاتے تو آپ تشریف لاتے اور عشاء کے بعد خلفاء اور امراء کو ہرگز نہ ملتے۔ ایک بار خلیفہ مستنجد باللہ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ مجھے نصیحت فرمادیجئے اور ساتھ ہی زر و جواہر کی دس تھیلیاں پیش کیں۔ آپ نے فرمایا: مجھے حاجت نہیں، مستنجد باللہ نے اصرار کیا تو آپ نے ان میں سے دو تھیلیاں اپنے دونوں ہاتھوں میں لیں اور انہیں زور سے نچوڑا تو ان سے خون ٹپکنے لگا، پھر آپ نے فرمایا: اے ابوالمظفر! کیا تجھے لوگوں کا خون حاصل کر کے، اللہ تعالیٰ سے شرم نہیں آتی؟ وہی خون تو مجھے پیش کرنا چاہتا ہے۔ اگر مجھے اس نسبت کا پاس نہ ہوتا جو تجھے رسول اللہ ﷺ سے ہے تو میں اس خون کو تیرے محل تک بہا دیتا، خلیفہ مستنجد باللہ یہ منظر دیکھ کر بیہوش ہو گیا۔ (۷)

تنظیمی امور میں آپ کا بہت حد تک عمل دخل تھا۔ خلفاء جب کسی ظالم یا فاسق فاجر کو عوام الناس پر مامور کرتے تو آپ سختی سے پیش آتے اور خلیفہ سے اس کا اظہار

کرتے۔اس معاملے میں کسی قسم کی رعایت نہ کرتے۔ایک مرتبہ خلیفہ المقتضیٰ لامراللہ نے ابوالوفا یحییٰ بن سعید کو عہد قضاۃ پر فائز کیا جو کہ ابن المز احم الظالم کے لقب سے معروف تھا۔ اس موقع پر آپ نے خلیفہ وقت کے اس اقدام کی برسر منبر مذمت کی اور دوران وعظ مخاطب کر کے فرمایا: تم نے مسلمانوں پر ایک ایسے شخص کو حاکم بنایا ہے جو اظلم الظالمین ہے، کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دو گے جو ارحم الراحمین ہے۔خلیفہ نے جب آپ کی یہ بات سنی تو کانپ اٹھا اور فی الفور ابوالوفا یحییٰ بن سعید کو معزول کر دیا۔(۸)

شیخ عبدالقادر جیلانی اگرچہ خلوت پسند طبیعت اور مزاج لے کر پیدا ہوئے تھے۔تنہائیوں میں رہ کر ذکر الٰہی انہیں بہت مرغوب تھا۔مراقبہ مجاہدہ اور عبادت وریاضت کے تمام طریقے آپ نے آزمائے۔۲۵ برس تک عراق کے جنگلوں اور صحراؤں میں رہ کر عبادت کی۔۴۰ برس تک فجر کی نماز عشاء کے وضو سے ادا کی۔(۹)

آپ خود فرماتے ہیں: ''میری خواہش تھی کہ صحراؤں اور بیابانوں میں تمام زندگی یاد الٰہی میں گزار دوں۔نہ مجھے کوئی دیکھے اور نہ میں کسی کو دیکھوں لیکن مشیت ایزدی یہ تھی کہ میرے ذریعے مخلوق کو فیض پہنچے۔(۱۰) ان حالات میں آپ خلوت کو ترک کر کے میدان عمل میں اترے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے لاکھوں انسانوں کو سیدھی راہ دکھائی۔آپ کے خطبات اور اثر آفرین ارشادات نے عوام کو بہت متاثر کیا اور ابوالفتوح الاسفرئینی جیسے خطیبوں کے بے چینی پھیلا دینے والے خطبات اور ان کا اثر ورسوخ دم توڑ گیا اور وہ اپنی موت آپ مر گئے۔(۱۱)

آپ کے وعظ وارشاد اور خطبات نے عوام الناس میں اس قدر انقلاب پیدا کیا کہ بقول شیخ عمر کوئی ایسی مجلس نہ ہوتی جس میں یہود ونصاریٰ ایمان نہ لاتے ہوں یا قاتل اور ڈاکو آپ کے ہاتھ پر تائب نہ ہوتے ہوں۔(۱۲) آپ کا اپنا فرمان ہے کہ میرے ہاتھ

پر ۵ ہزار سے زائد یہود و نصاریٰ نے اسلام قبول کیا۔ ایک لاکھ سے زائد ڈاکوؤں، فاسقوں، فاجروں اور بدعتیوں نے توبہ قبول کی۔ (۱۳) آپ کے خطبات لوگوں کے قلوب پر براہ راست اثر کرتے۔ آپ کا اپنا قول ہے کہ میں لوگوں کے ذہنوں سے مخاطب نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کے دلوں میں اتر کر بات کرتا ہوں۔ لوگوں کے قلوب میری مٹھی میں ہوتے ہیں جس سمت چاہتا ہوں ان کے قلوب کو موڑ دیتا ہوں۔ آپ کی زبان سے نکلنے والا ہر ہر بول براہ راست لوگوں کے دل پر اثر کرتا، لوگ مضطرب ہو جاتے، کپڑے پھاڑ ڈالتے دستاریں اتار پھینکتے بعض اوقات ہوش کھو کر واصل بحق ہو جاتے۔ اکابر اولیاء اور متبحر علماء آپ کی مجالس میں شریک ہوتے۔ ۴۰۰ علماء اور کاتب قلم دوات لے کر بیٹھتے اور آپ کے خطبات قلمبند کرتے۔ (۱۴)

لوگوں کی وارفتگی اور آپؒ کے ساتھ محبت وعقیدت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے مدرسے کی جگہ تنگ پڑ گئی اور مدرسے میں توسیع کرنا پڑی۔ جب وہ جگہ بھی تنگ ہو گئی تو آپ نے شہر سے باہر، بغداد کی عیدگاہ کے کھلے صحن میں خطبہ دینا شروع کر دیا۔ اہل بغداد کے علاوہ اس مجمع میں قریبی بستیوں کے لوگ ہوتے جو اپنی سواریوں پر سوار ہو کر شرکت کرتے۔ ان لوگوں کے ہجوم کا یہ عالم تھا کہ ان کی سواریوں سے مجمع کے اردگرد فصیل بن جاتی اور مجمع کی تعداد ۷۰ ہزار سے بھی بڑھ جاتی۔ (۱۵) آپ ہفتہ میں تین دن مجلس وعظ منعقد کرتے۔ جمعہ کی صبح مدرسے میں منگل کی شام خانقاہ میں اور اتوار کے روز علماء وفقہا اور مشائخ کے مجمع میں۔ آپ کی آواز دور و نزدیک بیٹھنے والا ہر شخص یکساں طور پر سنتا۔ آپ کی مجلس وعظ میں جن وانس رجال الغیب ملائکہ شرکت فرماتے اور آپ کا یہ سلسلہ ۵۲۱ھ سے لے کر ۵۶۱ھ تک بلاناغہ جاری رہا۔ (۱۶)

آپ لوگوں کو نصیحت کرتے وقت ان کو ان کی کوتاہیوں اور بے اعتدالیوں کی

طرف متوجہ کرتے انہیں متنبہ کرتے کہ تمہارا یہ عمل شریعت کے منافی ہے۔ طرز تخاطب کو درج ذیل اقتباس میں ملاحظہ فرمائیں۔ کس طرح وہ گمراہ انسانوں کو جھنجھوڑتے ہیں:

ویحک قمیص اسلامک مخرق وثوب ایمانک نجس انت عریان قلبک جاھل سرک مکدر صدرک بالاسلام غیر مشروح باطنک خراب و ظاھرک عامر صحائفک مسودة دنیاک التی تجمعھا وتحبھا عنک راحلة (۱۷)

ترجمہ: تجھ پر افسوس کہ تیرے اسلام کا کرتہ پھٹا ہوا ہے اور تیرے ایمان کا کپڑا نجس ہے تو برہنہ ہے، تیرا قلب جاہل ہے، تیرا باطن مکدر ہے، تیرا سینہ اسلام سے کشادہ نہیں کیا گیا، تیرا باطن خراب اور تیرا ظاہر آباد ہے، تیرا نامہ اعمال سیاہ ہے، تیری وہ دنیا جس کو تو جمع کرتا ہے اور دوست رکھتا ہے، تجھ سے رخصت ہونے والی ہے۔

مبلغین کو تبلیغ پر بھیجنے سے پہلے ان کی تربیت ضروری سمجھتے، انہیں ضروری علم اور خطابت سکھاتے، تمام امور اپنی نگرانی میں انجام دیتے، پانچ پانچ کا گروپ بناتے اور انہیں فرماتے کہ: ان علاقوں میں جاؤ جہاں مذہبی چراغ بجھ چکے ہیں اور جہاں معاشرہ انحطاط اور بدعت کا شکار ہو چکا ہے۔ اور انہیں روانہ کرتے وقت اس طرح تلقین کرتے:

''وہاں جا کر امراء کی ملازمت ہرگز نہ کرنا، کسی امیر کا وظیفہ قبول نہ کرنا، ہر کام میں اللہ کی خوشنودی کو پیش نظر رکھنا، غرور و تکبر سے بچنا، وقت کی پابندی کرنا، کتاب اللہ اور سنت کو تھامے رکھنا، شرع کی حدود سے تجاوز نہ کرنا، سادہ زندگی گزارنا، تبلیغ حق میں کسی مصیبت یا رکاوٹ سے دل برداشتہ نہ ہونا، غیر مسلموں سے رواداری کا برتاؤ کرنا، دنیاوی عزت اور نمود و نمائش سے پرہیز کرنا۔ (۱۸)

اطاعت خداوندی کو عادت بنانا، تیری ہر آرزو اللہ کے لیے ہو، ارکان خمسہ پر عمل کرنا۔

کیونکہ اس سے بڑا محبوب عمل اللہ کے نزدیک اور کوئی نہیں۔ اللہ کی چوکھٹ کو نہ چھوڑنا، جس کا دروازہ بند نہیں ہوتا۔ (۱۹)

آپ کے تبلیغی مشن نے محمد ﷺ کے قریب المرگ دین کو نئے سرے سے زندہ کر دیا اور اس طرح آپ نے محی الدین کا لقب اختیار کیا۔ (۲۰) آپ حسب حال مریدین کو نصیحت فرماتے اور ہر حال میں صبر و شکر اپنانے کی تلقین کرتے:

''میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی تکلیف کا شکوہ کسی سے نہ کرنا، چاہے وہ دوست ہو یا دشمن کوئی بھی ہو، کیونکہ یہ اس کی ذات کا شکوہ ہوگا جس نے پہلے تمہیں بے شمار نعمتوں سے نوازا

وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها (ابراہیم:۳۴)

خلق سے لومت لگانا، ڈرتے رہنا، حسن ادب سے کام لینا، مصیبت پر صبر کرنا اور امر و نواہی کی پابندی کرنا، (۲۱) آپ کے وعظ و ارشاد اور طریق تبلیغ نے باقاعدہ ایک تحریک کی شکل اختیار کر لی۔ آپ نے طریق تبلیغ کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھالا۔ ہر آزاد مکلّف اور عالم دین پر بشرط قدرت و استطاعت ایسے انداز کے ساتھ جس سے فساد کا اندیشہ نہ ہو، اس کی جان و مال اور خاندان والوں کو نقصان پہنچے، اس پر تبلیغ فرض ہے خواہ وہ امام ہو یا عالم قاضی ہو یا ایک آدمی سب پر ان شرائط کے ساتھ وعظ و نصیحت واجب ہے۔ (۲۲)

آپ ایک مبلغ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مبلغ دین کا عالم ہو خالصتاً اللہ کی رضا کے لیے تبلیغ کا ارادہ رکھتا ہو، محبت اور پیار کے ذریعے تبلیغ کرے، سختی سے پرہیز کرے، صبر و استقامت اور عجز و انکساری کو مد نظر رکھے اور جو بات دوسروں کو کہے خود اس کا عامل ہو اور جن باتوں سے دوسروں کو منع کرتا ہو وہ خود بھی ان سے بچے۔ (۲۳)

آپ نے اشاعت اسلام کے لیے مبلغین کا ایک باقاعدہ شعبہ قائم کیا اور وہاں مبلغین کو تبلیغ پر بھیجنے سے پہلے ان کی تربیت فرماتے۔ قرآن وحدیث کی ضروری تعلیم دیتے انہیں فن خطابت سکھاتے، اس علاقے کی زبان سکھاتے اور پانچ پانچ افراد پر مشتمل ایک گروپ تیار کرتے اور ان علاقوں میں بھیجتے جہاں اسلام کے جلتے چراغوں کی لو مدھم پڑ چکی ہوتی اور معاشرہ اخلاقی انحطاط کا شکار ہو چکا ہوتا۔ مبلغین کو ان الفاظ میں نصیحت فرماتے:

"وہاں جا کر امراء کی ملازمت نہ کرنا، کسی امیر کا وظیفہ قبول نہ کرنا، ہر کام میں اللہ کی خوشنودی کو پیش نظر رکھنا، غرور وتکبر سے بچنا، وقت کی پابندی کرنا، کتاب اللہ اور سنت رسول کو تھامے رکھنا، شرع کی حدود سے تجاوز نہ کرنا، سادہ زندگی گزارنا۔ تبلیغ حق میں کسی مصیبت یا رکاوٹ سے دل برداشتہ نہ ہونا، غیر مسلموں سے رواداری کا برتاؤ کرنا، دنیاوی عزت اور نمود ونمائش سے پرہیز کرنا، اطاعت خداوندی کو عادت بنانا، تیری ہر آرزو اللہ کے لیے ہو، ارکان خمسہ پر عمل کرنا کیونکہ اس سے بڑا محبوب عمل اللہ کے نزدیک اور کوئی نہیں، اللہ کی چوکھٹ کو نہ چھوڑنا، جس کا دروازہ بند نہیں ہوتا۔" (۴۴)

آپ نے نفاق اور شرک کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا، اسلام کے مرکز سے ہٹے ہوئے عراقی معاشرے کو مرکز اسلام کی طرف بلایا۔ توحید اخلاص اور اطاعت رسول اللہ کا درس دیتے ہوئے فرمایا اے اہل عراق یہ دنیا ظلمت کدہ ہے تمہارے لیے ضروری ہے کہ ظلمت کے ان اندھیروں میں چراغ لے کر داخل ہو۔ (۴۵)

آپ نے علم کے ساتھ عمل پر بھی زور دیا، یکم شعبان ۵۴۵ھ کو ایک بار اپنے مدرسے کی مجلس میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا علم سیکھو اور اس پر عمل کرو، اخلاص پیدا کرو اور اپنے نفس اور جملہ مخلوق سے مجرد ہو جاؤ۔ اللہ اللہ کہو اور باقی سب چھوڑ دو۔ اے علم کے مدعی! علم کے بغیر عمل کے اور عمل کے بغیر اخلاص کے کچھ نہیں کیونکہ علم بلا عمل اور عمل بغیر

اخلاص کے ایسے ہی ہے جیسے جسم بغیر روح کے ہوتا ہے۔(۲۶)

آپ کا نظریہ معیشت بھی انقلابی تھا۔ آپ کے نزدیک دنیا کا خرچ کرنا جائز اور اسے سنبھال کر رکھنا ناجائز امر ہے۔ آپ لوگوں کو تلقین کرتے: "دنیا انسان کے لیے جدا کی گئی اور انسان اللہ کے لیے تخلیق کیا گیا ہے۔ ایک مجلس میں فرماتے ہیں: دنیا کا ہاتھ میں رکھنا جائز ہے جیب میں رکھنا جائز ہے اس کا کسی سبب سے نیک نیتی کے ساتھ جمع کرنا جائز ہے لیکن دنیا کا قلب میں رکھنا جائز نہیں ہے۔ اس کا دروازہ پر کھڑا رہنا جائز ہے لیکن دروازے سے آگے بڑھنا جائز نہیں۔ اس میں تیری کچھ عزت نہیں جب یہ بندہ اپنے وجود اور مخلوق سے فنا ہو جاتا ہے تو گویا وہ محو و نابود ہو جاتا ہے۔(۲۷)

درس و تدریس اور وعظ و نصیحت کے ساتھ آپ مدرسہ قادریہ میں ایک رباط کی بنیاد رکھی جہاں آپ نے اپنے مریدین کو تصوف کی تعلیم دیتے، اپنے مریدین کو سلوک کی منازل طے کراتے اور ان کی تربیت کرتے، سلوک کے یہ تمام قواعد و ضوابط جنہیں شیخ نے مریدین کی تربیت کے لیے معین فرمایا وہ قادریہ سلسلے کی بنیاد بنے۔(۲۸) آپ کی پرکشش اور باکمال شخصیت کی وجہ سے آپ کا جاری کردہ یہ سلسلہ ایک تحریک بن کر آپ کی زندگی میں پوری دنیا میں پھیل گیا اور لاکھوں افراد اس تحریک میں شامل ہو گئے۔(۲۹)

جس عہد میں آپ نے تصوف کی اس تحریک کا آغاز کیا، اس عہد میں صوفیاء کے مسالک وسعت پذیر ہو رہے تھے۔ تصوف کو تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ عباس ابن عقیل جیسے متبحر عالم دین تصوف کی افادیت سے انکار کر بیٹھے تھے۔ عبداللہ الانصاری الہروی اور ابن الجوزی جیسے علماء تصوف پر تنقید کر رہے تھے۔ سوال یہ تھا کہ زہد و تصوف کے عناصر کو شریعت سے ہم آہنگ کس طرح کیا جائے؟ ان حالات میں آپ نے اپنی عملی سرگرمیوں کا آغاز کیا یہ فنی اور اصطلاحی سنجیدگیوں سے ہٹ کر کسی تصوف کو واضح اور سادہ اسلوب دے کر میں اس

کی زبان کو عام فہم بنایا اور اس کے ساتھ وابستگی کے دروازے ہر شخص پر کھول دیئے۔

ایک عظیم فقیہ اور صوفی مبلغ ہونے کے ناطے، چالیس برس تک وعظ وارشاد کا فریضہ ادا کر کے لوگوں پر عملاً ثابت کر دیا کہ تصوف پر محض اہل خلوت کی اجارہ داری درست نہیں، (۳۰) آپ نے تصوف کے پراسرار رمزیت (باطنیت و رافضیت) سے نکال کر شریعت کے ساتھ ہم آہنگ کر دیا۔ نظام خانقاہی کی اصلاح کی اور بیعت کے طریق کار کو اس قدر سہل اور بہتر بنایا کہ آپ کا قائم کیا ہوا سلسلہ قادریہ ایک تحریک بن کر پوری دنیا میں پھیل گیا۔ (۳۱) سلسلہ قادریہ کا منہج تربیت اور اس کے اصول کی بنیاد اللہ کی اطاعت رسول اللہ ﷺ کی اطاعت، خدمت مخلوق اللہ کی اطاعت ان تین اصول پر رکھی اور لوگوں کو بتایا کہ ان تینوں اصولوں کا تعلق علم و عمل سے ہے۔ اطاعت الٰہی کے لیے احکامات الٰہی کا جاننا ضروری ہے، اس علم کو علم شریعت کہا جاتا ہے۔ اگر سالک اس امر کو جاننے کا متمنی ہو کہ اطاعت الٰہی کس طرح کی جائے؟ اللہ کی خوشنودی کیسے حاصل کی جائے؟ اور رضائے الٰہی کے لیے مخلوق اللہ کی خدمت کس طرح بجالائے؟ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ رسول اکرم ﷺ سے محبت اور آپ کے طریقوں پر چلنے کا علم حاصل کرے تاکہ اس پر اتباع رسول اللہ ﷺ کی راہ آسان ہو جائے، اس علم کو علم طریقت کہتے ہیں۔ علم و عمل کے طالب کے لیے شیخ طریقت کی صحبت اختیار کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس لیے قادریہ کے بانی فرماتے ہیں:

''اگر تو فلاح چاہتا ہے تو ایسے شیخ کی صحبت اختیار کر جو حق تعالیٰ کے حکم اور علم کا عالم ہو تاکہ وہ تجھے علم سکھائے اور مؤدب بنائے اور تجھے حق تعالیٰ کے راستے سے واقف کرے۔ مرید کو دستگیر اور رہبر کے بغیر چارہ نہیں۔ کیونکہ وہ ایسے جنگل میں ہے جہاں سانپ بچھو اور طرح طرح کی آفتیں، پیاس، اور درندے ہیں۔ پس رہبران کو ان آفتوں سے

بچاتا ہے اوران کو پانی، پھل دار درختوں کی جگہ بتاتا ہے۔اور اگر رہبر نہ ہو تو درندوں والی پتھریلی زمین پر جا پڑے گا جہاں کثرت سے سانپ، بچھو اور آفتیں ہونگی۔اس لیے شیخ کامل کی جستجو، سالک پر فرض ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

والذین جاھدوا فینا لنھد ینھم سبلنا (۳۲)

آپ اپنے مریدین کو فرماتے: علم فقہ حاصل کرو اور پھر گوشہ نشینی اختیار کرو، پہلے فقہ ظاہری حاصل کرو اور بعد میں فقہ باطنی کی طرف جاؤ کیونکہ علم کے بغیر عبادت، اصلاح سے زیادہ فساد میں مبتلا کرتی ہے۔(۳۳)

سلوک کے تین ارکان ہیں:

حق، صدق اور عدل۔عدل، اعضاء پر ہوتا ہے، حق عقول پر اور صدق دلوں پر، جس شخص پر اپنے رب کو صدق دل سے طلب کیا تو اس کو سچ کے دل میں ایک ایسا آئینہ بن جائے گا اس کو دنیا و آخرت کے عجائبات دکھائے گا۔(۳۴) آپ نے علم و ادب اصلاح سیاست، معاشرت کے ساتھ، جہاد کے شعبہ میں بھی اہم خدمات انجام دیں۔

آپ نے سب سے پہلے نفس کے خلاف جہاد کیا۔عبادات و ریاضات و مجاہدات کئے اور اس راہ میں بے پناہ مشقتیں برداشت کیں۔عراق کے صحراؤں میں ۲۵ برس اس طرح مجاہدہ کیا کہ نہ مخلوق کو آپ جانتے تھے اور نہ مخلوق آپ کو جانتی تھی۔آپ نے صدہا طریقوں سے دنیا سے چھٹکارا حاصل کرنے کے طریقے اختیار کئے۔(۳۵) ۴۰ سال تک فجر کی نماز عشاء کے وضو کے ساتھ ادا کی۔۱۵ سال تک یہ حال رہا کہ نماز عشاء کے بعد قرآن مجید شروع کرتے اور صبح کے وقت ختم کر دیتے۔۳ دن سے ۴۰ دن تک ایسے اوقات بھی آئے کہ کھانے پینے کو کچھ نہ ملا۔۱۱ سال میں برج عجمی میں عبادت الٰہی میں گزار دیئے۔(۳۶) اس طرح اپنے نفس کے ساتھ جہاد کر کے اسے مار دیا۔اس کے بعد آپ نے

اپنے مریدین اور عوام الناس کو جہاد بالنفس کی تلقین کی اور اسے قابو میں رکھنے کے لیے فرمایا:
"اپنے نفس کو قابو میں رکھو اس سے پہلے کہ وہ تجھے پھاڑ دے، تو جب کبھی اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے گا اس پر غالب آئے گا اور مخالف کی تلوار سے اسے قتل کرے گا۔ اللہ اسے ہر بار نئی زندگی عطا کرے گا وہ تجھ سے جھگڑے گا، شہوت ولذت کا تقاضا کرے گا اور اس بات کا خیال نہیں رکھے گا کہ حلال کیا ہے اور حرام کیا، نفس کو بار بار زندہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ تو مجاہدہ کرتا رہے اور اجر وثواب سے نوازا جاتا رہے۔"

یہی مفہوم اس حدیث نبوی کا ہے:

رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر

اس حدیث کے مفہوم کو اس آیت کریمہ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے

واعبد ربک حتی یائیک الیقین (الحجر:۹۹)

پس بندہ مومن اپنے نفس کے خلاف برسرِ پیکار رہتا ہے حتی کہ اسے موت آ جاتی ہے۔ وہ رب کی بارگاہ میں جب پیش ہوتا ہے تو اس کے ہاتھ میں مجاہدے کی ننگی تلوار خون میں لت پت دیکھ کر رب کریم اسے جنت میں ابدی نعمتوں سے نواز دیتا ہے اور اسے خوشخبری سناتا ہے۔

واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هي الماوى

ترجمہ: اور جو اپنے رب کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا رہے گا اور ہر بری خواہش سے اپنے نفس کو روکتا رہے گا یقیناً جنت اس کا ٹھکانہ ہوگا، گویا اللہ کا نیک بندہ وہ ہے جو دنیا میں رہ کر ہر لمحہ اپنے نفس کے خلاف برسرِ پیکار رہتا ہے یہی جہاد بالنفس ہے اور یہی دائمی جہاد ہے۔ (۳۷)

آپ نے اپنے نفس کے خلاف مجاہدے کو اولیت اور ترجیح اس لیے دی ہے تاکہ اس کا نفس امّارہ بتدریج مراحل سے گزر کر نفس مطمئنہ اور پھر اس کے بعد نفس راضیہ کا درجہ اختیار کر لے۔ اس مقام پر پہنچ کر وہ جو کچھ کہتا ہے رضائے الٰہی سے کہتا ہے۔ اپنے نفس کی پیروی میں کچھ نہیں کہتا۔ جب بندہ مومن یہ مرتبہ و مقام حاصل کر لیتا ہے تو اس پر جہاد باللسان بھی لازم ہو جاتا ہے۔ حدیث کے مطابق ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنا جہاد اکبر ہے۔ آپ نے یہ فریضہ بخوبی انجام دیا۔ وقت کے جابر حکمران اور ظالم امراء کو برسرعام ٹوکتے خلیفہ مستنجد باللہ اور وزراء و امراء کو امر بالمعروف فرماتے رہتے۔ بدعت کے خلاف ہر وقت برسر پیکار رہتے اور کسی سے رعایت نہ فرماتے۔ (۳۸)

آپ کے عہد میں اسلام زوال پذیر تھا اخلاقی انحطاط اور تشکیک والحاد زور پکڑ چکا تھا۔ ان حالات میں آپ نے خلفاء و امراء کو خطوط لکھے۔ عوام الناس کی اصلاح کے لیے

الغنية لطالبي طريق الحق

تصنیف فرمائی۔ اس کتاب میں آپ ایک معلم کی طرح تعلیم دیتے نظر آتے ہیں۔ کتاب کے آغاز میں سنی العقیدہ مسلمان کے اخلاقی او معاشرتی فرائض کی نشاندہی فرمائی ہے۔ تہتر فرقوں کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق ان میں صرف اہل سنت جماعت کا فرقہ ناجی ہے۔ تصوف کی حقیقت اور اس کے مفہوم کی وضاحت فرمائی ہے۔ صوفی اور متصوف کے فرق کو واضح کیا۔ پیر و مرید کے ربط اور حقوق و فرائض پر روشنی ڈالی ہے۔ عقیدہ توحید اور ارکان خمسہ اور فقہ کے مسائل بیان کئے ہیں۔ ''کتاب الادب'' میں انفرادی اور مجلسی زندگی کے بارے میں شرعی آداب بتائے ہیں۔ ''باب الامر بالمعروف'' میں امر بالمعروف کی اہمیت اور اس کی شرائط لکھی ہیں۔ ''باب معرفۃ الصانع''

میں ایمان کی حقیقت اور بدعت وخلافت کے فرق کو واضح کیا ہے" باب الاتعاظ بمواعظ القرآن" میں نفس، روح اور قلب کا ذکر کیا ہے۔ صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے بچنے اور توبہ کرنے کا طریقہ بتایا ہے۔ سال بھر میں آنے والی شرعی عبادات کا ذکر کیا ہے۔ کتاب کے آخر میں ذکر وفکر، مراقبہ ومجاہدہ، صبر وشکر، صدق وصفا اور توکل ورضا کا، اجر وثواب بیان کیا ہے۔ شریعت وطریقت کا مفہوم واضح کرتے ہوئے مسلمانوں میں احیائے اسلام وایمان کی بھر پور کوشش کی ہے۔ آپ نے مکتوبات کے ذریعے بھی مسلمانوں کو صراط مستقیم پر لانے کی بھر پور کوشش فرمائی ایک مکتوب میں آپ فرماتے ہیں۔

"اے عزیز من قلب سلیم پیدا کرتا کہ فاعتبروا یا اولی الابصار کے رموز تجھے معلوم ہو سکیں اور کامل آخرت کو حاصل کرلے کہ سنریھم ایا تنا فی الافاق وفی انفسھم کے دقائق کا ادراک کر سکے۔ ویلھھم الامل فسوف یعلمون کے خواب غلفت سے بیدار ہو ومالکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر کے مضبوط حلقہ کو ہاتھ سے پکڑو ففروا الی اللہ کی کشتی میں سوار ہو وما خلقت الجن والا نس الا لیعبدون کے دریائے معرفت میں مردانہ وار غوطہ زنی کر۔ اگر گوہر مطلوب ہاتھ آ گیا تو فقد فاز فوزا اعظیما اور اگر اسی طلب میں جان جاتی رہی تو فقد وقع اجرہ علی اللہ (۳۹)

جہاد بالسیف عملی جہاد ہے جو کفار کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ آپ نے عملی جہاد کے لیے مدرسہ قادریہ میں ایک شعبہ" حرکتہ الجہاد" کے نام سے قائم کیا، جہاں مجاہدین کو جہاد کی تربیت دی جاتی تھی۔ آپ کے نزدیک جب بندہ مومن جہاد بالنفس، جہاد بالقلم، اور جہاد باللسان کے مراحل طے کر لیتا ہے تو عملی طور پر جب مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جائے اور کفار سلطنت اسلامیہ کو مٹانے پر تل جائیں اور ان کے ظلم وستم حد سے بڑھ جائیں تو خانقاہوں

سے نکل کر رسم شبیری ادا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ آپ نے ۱۶ ذی القعد ۵۴۵ ھ میں اپنی خانقاہ میں وعظ کرتے ہوئے فرمایا:

''تحقیق اللہ رب العزت نے دو جہادوں کی خبر دی، ایک جہاد ظاہر اور دوسرا باطن، جہاد باطن اور خواہش اور شیطان اور طبیعت کا جہاد ہے اور گناہوں اور لغزشوں سے توبہ کرنا اس پر ثابت قدم رہنا شہوتوں اور حرام چیزوں کا ترک کر دینا ہے۔ جہاد ظاہر کافروں سے اور رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں سے جہاد کرنا ہے۔ ان کی تلواروں، تیروں اور ان کے نیزوں کا مقابلہ کرنا اور قتل کیا جانا ہے۔ (۴۰)

آپ کا یہ خطاب اس عہد کی عکاسی کرتا ہے کہ جب سلجوقی خلفاءؒ فرانسیسیوں سے برسر پیکار تھے۔ عماد الدین زنگی جو بہت بڑا مجاہد تھا اور اس نے فرانسیسیوں کو اس علاقے سے نکال دیا تھا۔ لیکن باطنیوں کے ہاتھوں ۵۴۱ ھ میں یہ عظیم مجاہد اسلام شہید ہو گیا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کا باپ نجم الدین، عماد الدین زنگی کی فوج کا سپہ سالار تھا۔ نجم الدین ایوب، شیخ عبدالقادر جیلانی کا مرید اور تربیت یافتہ مجاہد تھا۔ عراق کے کردستانی علاقے میں کرد قوم آباد تھی۔ صلاح الدین ایوبی کا باپ اسی کرد قوم میں سے تھا۔ کردستانی قوم بڑی جنگجو اور بہادر تھی۔ عیسائی مذہب پیرو تھے۔ ان کی بہادری کی وجہ سے مسلمان حکمران انہیں زیر نہ کر سکے۔ عباسی حکمران ان کے ہاتھوں تنگ آ چکے تھے۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اپنے چند مریدین کے ہمراہ اس بستی میں تشریف لے گئے۔ آپ کی تبلیغ سے یہ بستی مسلمان ہو گئی۔ صلاح الدین ایوبی کے باپ نجم الدین نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اس وقت صلاح الدین ایوبی کی عمر دس سال تھی۔ نجم الدین اپنے بیٹے صلاح الدین ایوبی کے ہمراہ بغداد میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ یہ بچہ اسلام کا عظیم مجاہد اور فاتح ہوگا۔ صلاح الدین ایوبی، نورالدین زنگی کی فوج میں سپہ سالار

تھا۔ نور الدین زنگی بہادر سپاہی، مدبر سیاستدان، متبحر عالم، فقیہ اور محدث تھا۔ احادیث کا مجموعہ ''فخر النوری'' کے نام سے مرتب کیا۔ ۵۴۹ھ میں دمشق کا حاکم بنا۔ ۵۶۹ھ بعمر ۵۶ سال فوت ہوا اور سلطان صلاح الدین ایوبیؒ ۵۸۹ھ میں دنیا سے رخصت ہوا۔ دنیائے اسلام کے یہ دونوں نامور مجاہد مدرسہ قادریہ کے تربیت یافتہ تھے۔

صلیبی جنگوں کے شروع ہوتے ہی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنے عسکری شعبے کو فعال کر دیا۔ صلیبی جنگوں میں مجاہدین کی کھیپ آپ تیار کرتے اور محاذ پر روانہ فرماتے۔ آپ نے اپنے بیٹے سید عبدالعزیزؒ کو شمالی علاقہ، جبال اور کردستان میں بھیجا، انہوں نے اپنی زبردست تبلیغ اور شعلہ بیانی کے ذریعے کردوں میں جذبہ جہاد کی روح پھونک دی۔ آپ کی کاوشوں سے صلاح الدین ایوبیؒ کو تازہ دم مجاہدین بطور کمک ملتے رہے اور ہزاروں کرد آپ کی فوج میں شامل ہو گئے۔ یہاں تک کہ ۲۹ رجب ۵۸۳ھ کو سلطان صلاح الدین ایوبیؒ نے بیت المقدس کو آزاد کرالیا۔

امام غزالیؒ کی تعلیم و تربیت نے محمد بن تومرتؒ (بانی سلسلہ مؤحدین) جیسے مجاہد اور مجاہد گر پیدا کئے جن میں ایک نامور مجاہد یوسف بن تاشفین بھی تھا۔ جس نے عیسائیوں کو پے در پے شکستیں دے کر اسپین پر دوبارہ قبضہ کرلیا۔ مرابطین ہی تھے، جنہوں نے سلطان صلاح الدین ایوبی کی مدد کے لیے بحری بیڑا مع مجاہدین بھیجا۔ مرابطین کا اقتدار جب زوال پذیر ہوا تو شیخ عبدالقادر جیلانی کے تربیت یافتہ مجاہدین ان کے لیے مذہبی اور سیاسی ڈھال ثابت ہوئے۔ (۴۱)

موحدین، امام غزالیؒ کے تربیت یافتہ تھے اور شاذلیہ و تیجانیہ سلسلے کے مجاہدین قادریہ سلسلے کے فیض یافتہ تھے۔ سید الحاج عمرؒ، قادریہ سلسلے کے ایک عظیم مجاہد تھے۔ جنہوں نے مکہ معظمہ میں، قادریہ سلسلے میں، ایک بزرگ کے دست اقدس پر بیعت کی اور واپس

افریقہ آ کر تبلیغ اور جہاد کا شعبہ قائم کیا اور جہاد کے میدان میں ایسی عظیم الشان خدمات انجام دیں کہ آج تک ان کا نام افریقہ کی تاریخ میں سنہری حروف میں لکھا جاتا ہے۔ مرغانی سلاسل بھی قادریہ سلسلے کے فیض یافتہ تھے۔

الجزائر میں فرانسیسی فوج نے جب حملہ کیا، کفار کے خلاف جنگ کی قیادت قادریہ سلسلے کے ایک بزرگ سردار محی الدین کو سونپی گئی۔ انہوں نے اپنے بیٹے عبدالقادر الجزائری کو اس جہادی محاذ کا سالار بنایا۔ عبدالوہاب نجدی کی تحریک نے جب دھمکی کی صورت اختیار کر لی اور اس کے لشکر نے امام حسینؓ کے روضہ پر چھاپہ مار کر اسے لوٹ لیا تو کوئی انتقام لینے والا نہ تھا۔ اس دوران مملوک گورنر داؤد پاشا جو کہ شیخ عبدالقادر جیلانی کے مدرسہ قادریہ کا ایک طالب علم تھا، اس نے قلم چھوڑ کر تلوار سنبھالی اور مقابلہ کیا اور کردوں کو پے در پے شکستیں دیں۔ (۴۲)

شیخ جیلانی علیہ الرحمہ نے اپنی ایک مجلس میں اس معاشی تفاوت اور اونچ نیچ اور اس میں پوشیدہ حکمت الٰہیہ کو شکستہ دلوں کی تسکین اور ان کی محرومیوں میں شامل ہو کر دلجوئی کرنے اور اس حکمت کو شجرِ ایمان قرار دیا ہے۔ دنیا کی ناپائیداری کا ذکر کرتے ہوئے دنیا دار شخص کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"اے دنیا اور سامان دنیا سے خالی ہاتھ، دنیا اور اہل دنیا کے راندے ہوئے، اے گمنام اے بھوکے پیاسے، برہنہ جسم والے، تشنہ جگر، اے زمین کے ہر گوشہ مسجد و ویرانہ میں پراگندہ رہنے والے، ہر در کے ٹھکرائے ہوئے، مراد دنیا و دنیا سے محروم، شکستہ قلب اور خواہشوں اور حاجتوں سے بھرے ہوئے دل والے، یہ ہرگز نہ کہہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فقیر بنا دیا، مجھ سے دنیا کو ہٹا دیا ہے۔ مجھے گرا دیا۔ مجھے چھوڑ دیا ہے۔ مجھ سے دشمنی رکھتا ہے۔ مجھے پراگندہ کیا ہے۔ دلجمعی کی دولت نہیں بخشی ذلت و رسوائی دی ہے، دنیا میں گزارنے کی

چیز نہیں دی۔ مجھے گمنام کیا ہے، مخلوق اور میرے بھائیوں میں شہرت نہیں دی اور دوسروں کو نعمت کامل سے نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ یہ سلوک اس لیے روا رکھا ہے کہ تمہارا خمیر اچھا ہے۔ اس میں رحمت خداوندی کی نمی یعنی صبر و رضا یقین، امر و نہی کی موافقت اور صفات جلال کا علم متواتر پہنچتا رہے گا۔ توحید و ایمان کے انوار برستے رہیں گے۔" (۴۳)

حوالہ جات:

۱۔ پروفیسر ایچ۔ اے۔ ار۔ گب، اسلامک کلچر ۱۹۴۲ء، ۲۶۵

۲۔ ندوی الحسن علی (م ۲۰۰۰ء) دعوت و عزیمت، مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی، ۱۹۷۶ء بحوالہ جلال العنین، ۱۳۰

۳۔ جیلانی شیخ عبدالقادر (م ۵۶۱ھ)، فیوض یزدانی، ملفوظات، ۹۸ مطبوعہ لاہور

۴۔ التادفی، الحلبی، محمد بن یحییٰ، قلائد الجواھر فی مناقب عبدالقادر، (ت ۹۶۳ھ) مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی مصر، ۱۹۵۶، ۶۱

۵۔ قلائد الجواھر، ۲۰

۶۔ قلائد الجواھر، ۲۰

۷۔ شطنوفی، نورالدین ابی الحسن، (ت ۷۱۳ھ) بہجۃ الاسرار و معدن الانوار، مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی و اولادہ مصر ۱۳۳۰ھ، ۶۱

۸۔ قلائد الجواھر، ۶

۹۔ دہلوی، شیخ عبدالحق محدث، (م ۱۰۵۲ھ) اخبار الاخیار، فارسی، مطبع احمدی لاہور، ۱۲۷۰ھ، ۱۴

۱۰۔ قلائد الجواھر، ۱۹

۱۱۔ ابن کثیر، الحافظ الفدا عماد الدین، اسماعیل بن عمر الدمشقی، (ت ۷۷۴ھ)،

البدایہ والنہایہ، المطبع العربیۃ لاہور، ناشر المکیۃ القدوسیہ لاہور ۱۹۸۴ء، ۱۲: ۲۵۲
۱۲۔ قلائد الجواھر، ۱۸
۱۳۔ بہجۃ الاسرار: ۹۴
۱۴۔ قلائد الجواھر، ۱۸
۱۵۔ بہجۃ الاسرار: ۹۲
۱۶۔ قلائد الجواھر، ۱۸
۱۷۔ جیلانی شیخ عبدالقادر فیوض غوث یزدانی، ترجمہ الفتح الربانی، مترجم مفتی محمد ابراہیم قادری، مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۶، ۶۱۹
۱۸۔ قادری، جان محمد (م ۱۷۹۲ء) مآثر العارفین، مطبوعہ لاہور، مطبع ندارد، ۱۱۵
۱۹۔ آداب السلوک ۸۷-۸۵
۲۰۔ بہجۃ الاسرار ۵۵-۵۴
۲۱۔ فتح الربانی، ۶۱۹
۲۲۔ غنیۃ الطالبین، اردو، عربی، محبوب سبحانی قطب ربانی مطبوعہ نفیس اکیڈمی اردو بازار کراچی، ۱: ۱۳۶
۲۳۔ غنیۃ الطالبین، ۱: ۱۴۰
۲۴۔ مآثر العارفین: ۱۱۵
۲۵۔ شیخ عبدالقادر جیلانی، فتوح الغیب، (عربی اردو) مترجم سکندر شاہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸، ۱۵۶
۲۶۔ الفتح الربانی، ۴۷: ۱۸۳
۲۷۔ الفتح الربانی، عربی، اردو، ۵۱: ۲۶۹

۲۸۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مقالہ قادریہ، طبع اوّل ۱۶/۱:۱۱، ۱۹۷۸ء

۲۹۔ ندوی، ابوالحسن علی (م ۲۰۰۰ء) دعوت و عزیمت، مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی ۱۹۷۶، ۱:۲۰۲

۳۰۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی پریس لاہور، ۹۳۳:۱۷، ۱۹۸۳ء

۳۱۔ دعوت و عزیمت، ۱:۲۰۲

۳۲۔ جیلانی شیخ عبدالقادر، الغنیۃ الطالبی طریق الحق، مکتبہ تراث الاسلام دار الالباب حلبونی دمشق، ۲:۱۶۳

۳۳۔ الفتح الربانی، ۱۲:۱۷۱

۳۴۔ الغنیۃ، ۲:۲۰۰

۳۵۔ شعرانی عبدالوہاب بن احمد، (م ۹۷۳ھ) الطبقات الکبریٰ، دار الفکر بیروت ۱۹۹۹ء، ۱:۱۷۸

۳۶۔ جیلانی، شیخ عبدالقادر بن ابی صالح، آداب السلوک (تحقیق محمد غسان نصوح عزقول) مطبعۃ دار السنابل دمشق، الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۹۵ء، ۱۹۵-۱۹۳

۳۷۔ آداب السلوک ۱۹۵-۱۹۳

۳۸۔ قلائد الجواہر، ۲۰

۳۹۔ اخبار الاخیار فی اسرار الابرار (فارسی) ۲۴-۲۵

۴۰۔ الفتح الربانی ترجمہ فیوض غوث یزدانی (عربی اردو) ۱۸، ۲۰۸، ۲۰۷

۴۱۔ ماجد عرسان، ھکذا ظہر جیل، صلاح الدین وھکذا عادت القدس، الدار السعودیہ ۱۹۸۵ء، ۲۳۹-۲۴۲

۴۲۔ بریلوی محمود (معاصر) تاریخ ملک عراق، مطبوعہ فیروز سنز لاہور،
۲۷۴ھ-۲۷۲ھ-۱۹۵۱ء

۴۳۔ الفتح الربانی، ترجمہ فیض غوث یزدانی، عربی اردو، ۲۳۵ھ

حضرت غوث الاعظم کی تعلیمات اور عصر حاضر میں ان کی ضرورت واہمیت

(ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی االازھری)

عصر حاضر کے انسان نے سائنسی، صنعتی اور اقتصادی ترقی کی جن منزلوں کو چھو لیا۔ آج سے فقط سو سال کے انسان کو اس کا تصور بھی نہیں تھا، جدید ترین ذرائع ابلاغ نے دنیا بھر کو ایک گاؤں کی صورت دے دی ہے، دنیا بھر میں کہیں کوئی اہم واقعہ رونما ہوتا ہے تو یہ خبر دنیا بھر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل جاتی ہے لیکن آج کا انسانی معاشرہ تمام تر ترقی کے باوجود کھوکھلا پن کا شکار ہے۔ تیز ترین ذرائع آمدورفت اور جدید ترین ذرائع ابلاغ کے باوجود معاشرہ انسانیت، ہمدردی، اخلاقی اقدار اور قربتوں سے محروم ہو کر بے انصافی، عدم مساوات اور بے اطمینانی کی گہری کھائی میں گرا ہوا ہے۔ آخر اس مرض کی دوا کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو دنیوی اور اخروی سعادتوں سے ہمکنار کرنے کیلئے رسولوں اور نبیوں کو مبعوث فرمایا۔ اور جب خاتم الانبیاء والمرسلین ﷺ کی تشریف آوری کے ساتھ نبوت و رسالت کا سلسلہ اپنے کمال اور اختتام کو پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کے دین کو سربلند رکھنے اور اپنے حبیب ﷺ کی امت کو نئے ولولوں اور حوصلوں سے آشنا کرنے کیلئے امت مسلمہ کو عظیم شخصیات سے نوازا اور قطب ربانی سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی بھی ایسی ہی حیات آفرین شخصیتوں میں سے ایک ہیں۔ جن کی کتاب زیست کا ایک ایک ورق خزاں رسیدہ چمن کیلئے باد بہاری کا ایک خوشگوار جھونکا ہے۔ آپ کی تعلیمات نے عالم اسلام کے مرکز بغداد میں ٹوٹ پھوٹ کے شکار معاشرے کو حیات نو کا مژدہ سنا کر مسلم

امہ کے نحیف و ناتواں بدن میں نئی روح پھونک دی، تب سے اب تک آپ کی تعلیمات امت مسلمہ کو روح کی غذا فراہم کر رہی ہیں اور عصر حاضر میں تو آپ کی نور نور تعلیمات ماضی کی بہ نسبت زیادہ اہم ہوگئی ہیں۔ کیونکہ مادیت بھی ماضی کی بہ نسبت کہیں زیادہ قوت کے ساتھ انسانیت اور اخلاقی اقدار کے ساتھ نبرد آزما ہے اور ایسے حالات میں سکون انسانیت اور اخلاقی اقدار کے ساتھ نبرد آزما ہے اور ایسے حالات میں سکون نا آشناء دلوں سے خود غرضی، لالچ اور مال کی محبت کو نکال کر محبت، ایثار اور سکون سے ہمکنار وہی لوگ کر سکتے ہیں، جن کے ذل و دماغ قرآن و حدیث کی روح سے آشنا ہوں، آج بھی اگر مسلم امہ حضرت غوث الاعظم کی ان حیات آفرین تعلیمات کو اپنا لے جو قرآن و حدیث کے صحیح فہم پر مبنی ہیں تو آج بھی عالم اسلام اپنی تمام محرومیوں سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔

جب بھی امت مسلمہ علمی، عملی، روحانی اور سیاسی زوال کا شکار ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلم امہ کو کسی ایسے فرد سے نوازا جس کے وجود نے صحراؤں کو گلشن بنا دیا اور اسلام کے علمبرداروں کو سر اٹھا کے جینے کا ڈھنگ سکھا دیا، اور اس بات کی نشاندہی سرورِ دو عالم ﷺ یوں فرما گئے ہیں۔

ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔

اللہ تعالیٰ اس امت کی (سربلندی کیلئے) ہر صدی کے آغاز میں ایسی شخصیت کو پیدا فرماتا ہے جس کے ذریعے تجدید و احیائے دین کا فریضہ سرانجام پاتا ہے۔

حضرت سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی تقریباً چونتیس سال تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے بعد چھٹی صدی کے آغاز میں رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دینے کیلئے میدان کارزار میں اتر چکے تھے، آپ کا دور مسلمانوں کے سیاسی نشیب و فراز، مذہبی کشمکش، مادیت

پرستی اور اخلاقی بے زاہدوں کا دور تھا ان حالات میں آپ نے علم کی ترویج اور امت کی روحانی تربیت کے ساتھ ایک خاموش انقلاب بپا کر دیا، آپ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے دنیا کی بے ثباتی کو عیاں کیا اور فکر آخرت کو اجاگر کیا۔ تجدید واحیائے دین کیلئے آپ کی کوششوں کی وجہ سے ہی آپ کو محی الدین کے لقب سے یاد کیا گیا۔

ملک شام کے ایک سکالر ڈاکٹر عبدالرزاق الگیلانی لکھتے ہیں:

''ہم بغداد میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلا حصہ ۴۸۸ھ میں آپ کی بغداد آمد سے ۵۲۱ھ میں مسند تدریس پر فائز ہونے سے لے کر ۵۶۲ھ میں آپ کے وصال تک ہے اور یہ علم کے چراغ جلانے، تعلیم دینے اور وعظ و ارشاد کا مرحلہ ہے۔[۲]

حضرت سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی مسلمانوں کے اخلاقی زوال پر بہت دلگیر ہوتے اور مسلمانوں کو جھنجھوڑتے ہوئے بہت خوبصورت اور بلیغ انداز میں دین کے دامن سے وابستہ ہونے کی تلقین فرماتے، آپ کا ارشاد ہے۔

''فاجروں، فاسقوں، ریاکاروں، بدعات میں مبتلا گمراہوں اور خوبیوں سے محروم مدعیوں کے باعث اسلام گریہ کناں ہے اور مدد کو پکار رہا ہے۔ کتا اپنے مالک کو اس کی حفاظت، شکار زراعت اور جانوروں کے معاملے میں نفع دیتا ہے۔ حالانکہ اس کتے کا مالک اسے رات کے وقت ایک لقمہ یا چند چھوٹے چھوٹے لقمے کھلاتا ہے اور اے انسان تو اپنے رب کی نعمتیں پیٹ بھر کر کھاتا ہے اور ان

نعمتوں سے اللہ تعالیٰ کی منشاء کو پورا نہیں کرتا اور ان نعمتوں کا حق ادا نہیں کرتا، اس کے احکام کو بجا نہیں لاتا، اور اس کی حدود کا خیال نہیں رکھتا۔[۳]

آپ کے دل میں اسلامی غیرت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور آپ اپنے وابستگان کے دل میں بھی یہی غیرت وحمیت دیکھنا چاہتے تھے۔ آپ کے یہ جذبات اور احساسات آپ کے جھنجھوڑتے ہوئے درج ذیل قول سے عیاں ہوتے ہیں۔

''تیرا برا ہو، تیرے اسلام کی قمیض تار تار ہے، تیرے ایمان کا کپڑا ناپاک ہے تو برہنہ ہے تیرا دل جہالت کی تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے، تیرا باطن مکدر ہے، تیرا سینہ اسلام کیلئے کشادہ نہیں۔ تیرا ظاہر آراستہ اور باطن خراب ہے، تیرے صحیفے سیاہ ہو چکے ہیں اور تیری دنیا جو تجھے بہت عزیز ہے تیرے ہاتھوں سے نکلنے والی ہے، قبر اور آخرت تیرے سامنے ہیں۔ اپنے حال کی آگہی رکھ۔[۴]

اللہ تبارک وتعالیٰ نے سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی کے وعظ میں کچھ ایسی تاثیر رکھ دی تھی جس کی مثال بہت کم ملے گی۔ غنیۃ الطالبین کی چودہ اور الفتح الربانی کی باسٹھ مجلسوں کا مطالعہ کرنے سے واضح طور پر اندازہ ہوتا ہے کہ جب بولنے والے کی زبان کے پیچھے احوال بھی موجود ہوں تو ایک ایک بات دلوں میں اترتی جاتی ہے۔

ڈاکٹر عبدالرزاق الگیلانی حضرت غوث صمدانی کے مواعظ کی تاثیر کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''وعظ وارشاد کے منصب پر فائز ہونے والوں کو بہت ہی کم بیان کی وہ قوت عطا ہوئی ہوگی جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ کو

مرحمت ہوئی۔ آپ حضرت کے مواعظ کا مطالعہ کرتے ہوئے ہر ورق اور ہر صفحہ پر گفتار کی تاثیر اور قوت واضح طور پر محسوس کریں گے، بلکہ آپ اس بات کو بلا تخصیص کسی مجلس کی چند سطور پڑھ کر بھی محسوس کر سکتے ہیں۔۵

شہباز لامکانی حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کے مواعظ کی اہمیت اور وسیع افادیت کا ذکر کرتے ہوئے ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں۔

''الشیخ عبدالقادر ۵۲۰ھ کے بعد لوگوں کے سامنے (معلم و مربی کی حیثیت سے) ظاہر ہوئے تو آپ کو لوگوں میں عظیم مقبولیت حاصل ہوئی، آپ کی تعلیمات کی روشنی میں لوگوں نے اپنے عقائد کو درست کیا اور آپ سے عظیم نفع حاصل کیا۔ آپ کے دم قدم سے (معتزلی اور اسماعیلی مذہب کے مقابلے میں) مذہب اہل سنت کو تقویت ملی۔۶

آپ کے معمول تھا کہ آپ دن بھر علوم و فنون کی تدریس میں مصروف رہا کرتے لیکن تین دن وعظ فرمایا کرتے، آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالوہاب گیلانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

''میرے والد ہفتے میں تین دن وعظ فرمایا کرتے تھے، جمعہ اور منگل کی صبح کو اپنے مدرسہ میں جبکہ اتوار کی صبح کو اپنی خانقاہ میں وعظ فرمایا کرتے تھے۔۷

آپ نے مواعظ حسنہ نے جہاں معصیت کا شکار مسلمانوں کو شریعت کی پیروی پر ابھارا وہیں غیر مسلموں کی ایک بڑی تعداد کو بھی متاثر کر کے ایمان کی چاشنی سے آشنا کیا۔

آپ کے ہاتھ پر اہل بغداد کی تعداد تائب ہوئی اور بغداد کے اکثر یہودی اور عیسائی آپ کے دست حق پرست پر ایمان لائے'' ۸

قطب الاقطاب حضرت سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ عزیمت کی راہ پر چلنے والوں میں ایک نمایاں شخصیت تھے، آپ چاہتے تھے کہ آپ کے محبین بھی رخصت کے متلاشی نہ بنیں، بلکہ عزیمت کی اسی راہ پر چلیں جس پر چلنے والے پچھتائے نہیں بلکہ خوش ہی رہے آپ فرمایا کرتے تھے۔

''پاک ہے وہ ذات جس نے میرے دل میں مخلوق کو نصیحت کرنے کا جذبہ ڈال دیا، اور اسے میری زندگی کا مقصد بنا دیا، اے لوگو رخصت کی تلاش سے گریز کرو اور عزیمت کی راہ کو اپناؤ جس نے رخصت کو اپنا کر عزیمت کو چھوڑ دیا اس کا ایمان خطرے میں ہے، عزیمت کی راہ مردوں کیلئے ہے کیونکہ وہ انتہائی کٹھن اور تلخ ہے اور رخصت عورتوں اور بچوں کیلئے ہے کیونکہ وہ انتہائی آسان ہے۔ ۹

آپ اپنے مریدین اور شاگردوں کو فقہ و تصوف کی تلقین فرمایا کرتے اور خصوصی طور پر اس بات کی طرف بھی توجہ دلاتے تھے کہ جو تصوف فقہ کے تابع نہیں وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والا نہیں، آپ کا ارشاد گرامی ہے۔

''شریعت جس حقیقت کی گواہی نہ دے وہ زندیقیت ہے، اپنے رب کی بارگاہ کی طرف کتاب و سنت کے دو پروں کے ساتھ پرواز کرو، اپنا ہاتھ رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک میں دے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری دو، فرض عبادتوں کا ترک زندیقیت اور گناہوں کا ارتکاب معصیت ہے۔ ۱۰

حضرت غوث الاعظم کی ہمہ جہت تعلیمات ہر دور میں مسلمانوں کیلئے مشعل راہ رہی ہیں اور یہ تعلیمات آج بھی اہل اسلام کیلئے نشان راہ ہیں اور آنے والے کل میں بھی اپنی اہمیت کو منواتی رہیں گی۔

مصادر و مراجع

۱۔ مشکاۃ المصابیح، امام محمد بن عبداللہ الخطیب القزوینی (ط: دارالفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ)، ج۱، ص۱۱۰

۲۔ الشیخ عبدالقادر الجیلانی الامام الزاھد القدوۃ، ڈاکٹر عبدالرزاق الکیلانی، (ط: حزب القادریۃ، لاہور، پاکستان ۱۴۱۸ھ) ۱۰۲، ۱۰۳

۳۔ الفتح الربانی، سیدی عبدالقادر الجیلانی (ط: دارالمعرفۃ بیروت، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء) ص ۳۱

۴۔ مصدر سابق، ص ۲۳۶

۵۔ الشیخ عبدالقادر الجیلانی، ڈاکٹر عبدالرزاق الکیلانی، ص ۴۶

۷۔ قلائد الجواہر فی مناقب تاج الاولیاء و معدن الاصفیاء و سلطان الاکابر الشیخ محی الدین عبدالقادر الجیلانی، علامہ الشیخ محمد بن یحیٰی النارفی (ط: المکتبۃ اولازھریۃ للتراث، قاھرہ ۱۴۱۷ھ) ص ۳۴

۸۔ شذرات الذھب فی اخبار من ذھب، امام عبدالحی بن احمد بن محمد بن العماد الحنبلی، تحقیق: محمد الارناؤط (ط: مکتبہ دار ابن اکثیر، دمشق، ۱۴۱۱ھ) ج ۶ ص ۳۳۲

۹۔ الفتح الربانی، ص ۲۲۰

۱۰۔ مصدر سابق، ص ۱۴۲

حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی غوث صمدانی محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے فرمودات کی روشنی میں

علم و عمل

(ڈاکٹر محمد رفیق)☆

پروفیسر خلیق نظامی مشہور مستشرق ایچ۔اے۔آرگب (H.A.R. Gibb) کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔

> ''تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا۔لیکن بایں ہمہ وہ مغلوب نہ ہوسکا۔اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تصوف یا صوفیہ کا اندازِ فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا اور اس کو اپنی قوت یا توانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کرسکتی تھی۔''[1]

اسلامی تصوف کو ہر دور میں ایک ناقابل شکست روحانی طاقت تسلیم کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلم مستشرقین نے بھی ہمیشہ اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ اسلام کے فروغ اور اس کی تبلیغ و اشاعت میں اسلامی تصوف نے شاندار کردار انجام دیا ہے۔اس سلسلے میں تاریخ کے ہر دور میں اور ہر علاقے میں صوفیہ کی خدمات نہایت قابل قدر اور کامیاب رہی ہیں۔Sir Thomas Arnold لکھتے ہیں۔

> The spiritual energy of Islam is not, as has been so often maintained commensurate with its political power. On the contrary

☆ گورنمنٹ کالج سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی

the loss of political power and worldly prosperity has served to bring to front the finer spiritual qualities which are truest insentives to missionary work of Islam.

معزز حاضرین کرام! اسلامی تصوف کی یہ ناقابل شکست روحانی طاقت جس سے کفرستان کے گہوارہ ہائے علم و دانش پر لرزہ طاری ہے۔ جن کے بڑے بڑے دانشور اس کے لافانی اثرات کے نہ صرف قائل ہیں بلکہ وہ اس حقیقت کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اسلامی تصوف کا مقابلہ دنیا کا کوئی تمدن یا فلسفہ نہیں کر سکتا۔ ان میں سے اکثر اس بات پر متفق ہیں کہ اسلام کے فروغ اور اس کی بقاء کا ضامن مسلمان صوفیہ کا اندازِ فکر و عمل ہی ہے۔

ایک طرف غیر مسلم مفکرین اسلامی تصوف کی روحانی طاقت کے نہ صرف قائل بلکہ اس کی اثر انگیزی سے ہر وقت خائف رہتے ہیں اور حسرت و مایوسی کے عالم میں اسے ناقابل شکست تسلیم کرتے ہیں جبکہ دوسری طرف خود مسلمانوں میں اس کی افادیت، اہمیت اور حقانیت تقریباً ہر دور میں زیر بحث رہی ہے۔ جہاں بے شمار مقتدر علماء کرام اور مشائخ عظام صوفیانہ اندازِ فکر کے نہ صرف حامی بلکہ دل و جان کی گہرائیوں کے ساتھ اس نظام کے ساتھ وابستگی اور عقیدت و احترام کے جذبات رکھتے ہیں۔ وہاں خود اسلامی معاشرے کے اندر علماء کرام اور آئمہ عظام کا ایک ایسا طبقہ بھی موجود رہا ہے۔ جو تصوف کی روحانی طاقت و سرے سے تسلیم ہی نہیں کرتا بلکہ اسے کفر و الحاد کی ایک بدلی ہوئی شکل قرار دیتا ہے۔

اسلامی تصوف سے انکار کرنے والے علماء کے تمام تر دلائل کا مرجع و محور جاہل اور بے عمل متصوفین ہوتے ہیں جن کے قول اور فعل میں بعد المشرقین ہوتا ہے۔ ایسے لوگ صوفیانہ تعلیمات کی ابجد تک سے ناواقف ہوتے ہیں۔ یہ کورے جاہل اور اخلاق حسنہ سے

عاری بالکل بے عمل اور گمراہ ہوتے ہیں۔ یہ لوگ صوفیانہ لباس میں ہوا وہوس کے ایسے پجاری ہوتے ہیں جن کا صوفیہ کے طرزِ فکر و عمل کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ صوفیہ کے لبادے میں یہ لٹیرے عوام الناس کو اپنی شعبدہ بازیوں سے متوجہ کر کے ان کے ایمان و عمل اور مال و دولت پر ہاتھ صاف کرتے ہیں۔

حضور سیدنا غوث الاعظمؒ ان جاہل اور بے عمل متصوفین کو دین و عمل اور ایمان و ایقان کے لئے سب سے بڑا خطرہ سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ اپنی ساری زندگی عوام الناس کو ان صوفی نما لٹیروں سے خبردار رہنے کی تلقین کرتے رہے۔ آپؒ ''وصایا غوثیہ'' میں فرماتے ہیں۔

ولا تکن من جهال الصوفية و عوامهم و فر من أهل الأسواق فانهم لصوص الدين و قطاع الطريق على المسلمين۔[۳]

ترجمہ: جاہل اور عاصی صوفی نہ بنو اور بازاری (صوفیوں) سے راہِ فرار اختیار کرو بلاشبہ وہ مسلمانوں کے حق میں دین کے چور اور راہ کے لٹیرے ہیں۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

انی أرى علماء کم جهالا زهادکم طالبى الدنيا و راغبين فيها متوكلين على الخلق ناسين للحق عزوجل۔[۴]

فرماتے ہیں میں تمہارے علماء کو جاہل اور تمہارے زاہدوں کو طالب دنیا اور اس کی طرف رغبت رکھنے والے، حق تعالیٰ کو بھلا کر مخلوق پر اعتماد رکھنے والے دیکھ رہا ہوں۔

ریاکار اور ظاہر بین متصوفین کے بارے میں فرماتے ہیں۔

نھمة الزاھد العابد فی الدنیا الکرامات فی الاخرة الجنات ...... یا منافق ما یقع ھذا بیدک بنفاقک و تصنعک انت تری ناموسک تری قبولک فی الخلق تری قبلة یدیک انت مشؤم علی نفسک فی الدنیا والاخرة و علی من تربیه و تامره باتباعک أنت مرائ دجال غصاب علی اموال الناس لاجرم لاتکون لک دعوة مجابة موضع فی قلوب الصدیقین. قد أضللک الله علی علم. ۵ؔ

مذکورہ بالا اقتباس میں حضور غوث الاعظمؓ نے ریاکار اور شعبدہ باز متصوفین کے بارے میں نہایت سخت الفاظ استعمال فرماتے ہوئے ان سرزنش کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ علم و عمل سے عاری زاہد اور عابد کی تو یہ تمنا ہوتی ہے کہ وہ دنیا میں لوگوں کے سامنے کرامتوں کے شعبدے دکھاتا رہے اور آخرت میں بھی اسے جنت میں مقام حاصل ہو۔ آپ انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں اے منافق تمہیں اپنے اس نفاق اور ریاکاری کے باعث یہ مقام کیسے مل سکتا ہے۔ تم تو بس اپنی بزرگی و وجاہت اور خلقِ خدا میں قبولیت عام دیکھنا چاہتے ہو۔ تم چاہتے ہو کہ تمہارے ہاتھ چومے جائیں۔ تم خود اپنے لئے، اپنے شاگردوں اور پیروکاروں کے لئے دنیا و آخرت میں بدبخت اور منحوس ہو۔ تم ریاکار، جھوٹے اور لوگوں کا مال غصب کرنے والے ہو۔ اس لئے نہ تو تمہیں دعائے مستجاب نصیب ہو سکتی ہے اور نہ ہی اللہ کے برگزیدہ و نیک بندوں کے ہاں تجھے کوئی مقام مل سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے علم دے کر گمراہ کر دیا ہے۔

مذکورہ بالا اقتباس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور غوث الاعظمؓ کی نظر ان ظاہر بین

اور ریا کار صوفیہ کے دل و دماغ پر تھی جو اپنی ذات کے حصار میں گرفتار تھے۔ ان کی تمام تر سوچوں اور خواہشات کا محور اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ کرامتوں کے شعبدے دکھا کر عوام الناس کو مکر و فریب سے اپنی طرف متوجہ کرتے رہیں۔ حضور غوث الاعظمؒ نے ان نام نہاد صوفیہ کی جھوٹی خواہشات کا پردہ چاک کرتے ہوئے انہیں سختی سے تنبیہ کی ہے کہ دنیا و آخرت میں ان کیلئے کوئی مقام نہیں ہے۔

جہالت کی مذمت:-

ریا کاری کے بعد منازلِ سلوک کے رہرو کیلئے جو چیز سب سے زیادہ خطرناک اور تباہ کن ہوتی ہے وہ اس کا علوم شرعیہ سے تہی دست ہونا ہے۔ جہالت انسان کیلئے ایمان و یقین کی سب سے بڑی دشمن ہے۔ علم و عمل کی دولت کے بغیر راہِ سلوک پر قدم رکھنا خود سالک کے اپنے حق میں نہایت خطرناک ہوتا ہے۔ انسان کا علم راہ سلوک میں اس کیلئے روشنی اور رہنمائی کا کام کرتا ہے۔ یہ اس راہ میں پیش آنے والے وسوسوں اور شیطانی حملوں سے بچاؤ کیلئے ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس روشنی اور رہنمائی سے محروم سالک قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہے اور اس کی ذرا سی لغزش اسے کفر و الحاد کی تاریک وادیوں میں غرق کر دیتی ہے۔ اسی لیے حضور غوث الاعظمؒ نے اپنے مواعظ و ملفوظات میں جگہ جگہ جہالت کی مذمت کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

العلم حیاۃ والجہل موت۔٦

اور لوگوں کو تاکید کی ہے کہ وہ اس راہ پر قدم رکھنے سے پہلے علوم شریعۃ کے حصول کی طرف خاطر خواہ توجہ دیں۔ جب تک ان کی علم شریعت پر اچھی گرفت حاصل نہ ہو اس وقت تک وہ راہِ سلوک پر قدم نہ رکھیں۔ اس لئے فرمایا۔

لا تنعزل فی صومعتک مع الجہل فان انفرادک مع

الجهل فساد كلي . وهذا قال النبي صلى الله عليه واله
وسلم تفقه ثم انعزل. ۷

حضور غوث الاعظمؒ ایسے صوفیہ جن کا دامن علم کے موتیوں سے خالی ہے۔ انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جہالت کی حالت میں اپنی خانقاہ میں علیحدہ ہو کر مت بیٹھو کیونکہ علم کی روشنی کے بغیر جہالت کی حالت میں گوشہ نشینی اختیار کرنے میں فساد ہی فساد ہے۔ آپؒ نے اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ کے فرمان ''تفقه ثم انعزل''(۸) کا حوالہ دیا ہے کہ پہلے علوم شریعت کو اچھی طرح سیکھ لو اور پھر (اس کے بعد تلاشِ حق کیلئے) گوشہ نشینی اختیار کرو۔

حضور غوث الاعظمؒ جہالت کے بارے میں مزید فرماتے ہیں۔

اعقلوا يا عباد الله واخرجوا من بيوت جهلكم قدبنيتم
حيطان اديانكم على غيرأ ساس۔ ۹

آپؒ فرماتے ہیں اے اللہ کے بندو عقل رسا سے کام لو اور اپنی جہالت کے دائرے سے باہر نکلو۔ تم نے اپنے دین کی عمارت بغیر بنیادوں کے کھڑی کی ہے۔ (جو کسی بھی وقت گر سکتی ہے)۔

حضرت غوث الاعظمؒ کی رائے میں جہالت کی حالت میں شرعی امور میں رائے زنی نہیں کرنا چاہیے۔ خاص طور پر قضاء وقدر کے معاملات میں مناسب علم کے بغیر گفتگو انسان کو کفر الحاد اور زندقہ وگمراہی کے اندھے غاروں میں پھینک دیتا ہے۔ ۱۰

جہالت کی حالت میں شب وروز کی عبادت انسان کیلئے سعی لا حاصل کے سوا کچھ نہیں ہوتی۔ آپ فرماتے ہیں۔

كانت عبادتك مردودة عليك لأنها عبادة مقرونة

بالجهل والجهل كله مفسدة۔[11]

آپؒ فرماتے ہیں کہ تمہاری عبادت تمہارے منہ پر دے ماری جائے گی۔ کیونکہ اس کا تعلق جہالت سے جڑا ہوا ہے اور جہالت تمام کی تمام خرابی ہی خرابی ہے۔

اس سلسلے میں آپؒ نے درج ذیل حدیث کا حوالہ دیا ہے۔[12] کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

من عبدالله عزوجل على جهل كان مايفسد اكثر ممايصلح۔[13]

ترجمہ: جس نے جہالت کے ساتھ اللہ کی محبت کی وہ جس قدر سنوارے گا اس سے زیادہ بگاڑے گا۔

سالک کیلئے لائحہ عمل:۔

حضور غوث الاعظم سالکِ راہِ طریقت کے لئے جو لائحہ عمل تجویز کرتے ہیں اس میں اسلام اور توبہ کے بعد علم و عمل اور اخلاص کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

أسلم ثم تب ثم تعلم و اعمل اخلص والا فلاتهدى. [14]

ترجمہ: اسلام قبول کر، پھر صدقِ دل سے توبہ کر اس کے بعد علم حاصل کر، اس پر عمل پیرا ہو اور اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کر اس کے بغیر ہدایت نہیں پا سکتا۔

اسلام لانا اور اپنے گزشتہ گناہوں اور کوتاہیوں پر ندامت کے آنسو بہا کر آئندہ کیلئے ان سے تائب ہونا ایمان کی بنیاد ہیں۔ روحانیت کی دنیا میں سفر اور ترقی مدارج کا آغاز اس کے بعد شروع ہوتا ہے۔ حضور غوث الاعظمؒ نے اس کیلئے جو لائحہ عمل تجویز کیا ہے اس میں سب سے پہلا کام حصولِ علم ہے۔ اس کے بعد احکامِ شریعت پر عمل پیرا ہونا اور پھر اس پر عمل میں اخلاص پیدا کرنا ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سالک کیلئے ترقی

مدارج اور مقاماتِ سلوک کے راستے کھل جاتے ہیں اور وہ اپنے مقصودِ حقیقی کی طلب میں درجہ بدرجہ آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور غوث الاعظم کی تعلیمات میں علم، عمل اور اخلاص کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔

حصول علم کی تاکید:۔

حضور غوث الاعظمؒ نے مسلمانوں کی تربیت اور ہدایت کے لئے عمومی طور پر اور سالک راہ طریقت کیلئے خصوصی طور پر حصول علم پر بہت زور دیا ہے کیونکہ علم ہی انسان کے ایمان، ایقان اور عمل کی بنیاد ہے۔ اگر انسان اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کچھ نہ جانتا ہو تو پھر اس کے ایمان وایقان کی بنیاد کیا ہوگی۔ اگر اسے احکام شریعت کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ ہو تو وہ ان کی بجا آوری کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اگر انسان کو شرعی حلال و حرام کے بارے میں ادراک ہی نہ ہو تو اس سے ان احکام کے احترام کی توقع رکھنا بالکل عبث اور بے کار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور غوث الاعظم نے حصول علم اور احکام شریعت کے بارے میں پوری واقفیت حاصل کرنے کی بار بار تاکید فرمائی ہے۔ تاکہ سالک راہِ طریقت کو ان احکام پر عمل پیرا ہونے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔ آپؒ فرماتے ہیں۔

یا جاهل تعلم العلم، فلاخير في عبادة بلا علم ولا خير في ايقان بلا علم، تعلم و اعمل فانک تفلح الدنيا والاخرى۔[۱۵]

آپ فرماتے ہیں اے جاہل علم حاصل کر کہ علم کے بغیر عبادت میں کوئی خوبی نہیں اور بغیر عمل کے ایمان ویقین میں کوئی خوبی نہیں۔ علم حاصل کر اور اس پر عمل کر کہ دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب وکامران ہوگا۔

آپؒ حصول علم کی تاکید اور اس کے مقاصد و آداب کا ذکر کرتے ہوئے مزید

فرماتے ہیں۔

یاجہال خالطوا العلماء واخدموا ھم و تعلموا منھم، العلم یؤخذ من افواہ الرجال، جالسوا العلماء بحسن الادب وترک الاعتراض علیھم وطلب الفائدۃ منھم، لینالکم من علومھم و تعود علیکم برکاتھم و تشملکم فوائدھم. ۱۶؎

یعنی اے جاہلو علماء سے میل جول رکھو۔ان کی خدمت بجالاؤ اور ان سے سیکھو کیونکہ (علم محض کتابوں سے نہیں بلکہ) مردانِ خدا کی زبان سے حاصل ہوتا ہے۔اس لئے حسن ادب اور ترکِ اعتراض کے ساتھ علماء کی خدمت میں بیٹھو اور ان سے فوائد حاصل کرو تاکہ تمہیں ان کے علم کا کچھ حصہ مل جائے۔ان کی برکات عود کریں اور ان کے فوائد شاملِ حال ہوں۔

دین کے احکام بالکل واضح اور دوٹوک ہیں۔ان میں کسی طرح کا ابہام یا شک و شبہ نہیں ہوتا۔دینی معاملات میں اٹکل پچو یا محض وہم وگمان کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا بلکہ ان کی بنیاد قرآن وسنت یا دوسرے اصول شریعت پر ہوتی ہے۔حضرت غوث الاعظمؒ ان احکام شریعت کا علم حاصل کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شریعت کے جو مسائل تو نہیں جانتا۔وہ علمائے دین سے دریافت کر اور محض قیاس وگمان سے کوئی اقدام نہ کر۔۱۷؎

آپؒ بڑے بڑے آستانوں پر براجمان خانقاہ نشین متصوفین کو پکار کر کہتے ہیں۔

یا أصحاب الصوامع والزوایا...... ھذا الامر لا یجی بمجرد القعود فی الخلوۃ مع الجھل . امش فی طلب العلم والعلماء حتی لا یبقی شی امش حتی لا یطاوعک شیی ٥ ۱۸؎

حضرت غوث الاعظمؒ فرماتے ہیں۔اے خانقاہوں میں بیٹھنے والے گوشہ نشینو! (راہِ تصوف کا مقصود) محض جہالت کی حالت میں خلوت نشینی سے حاصل نہیں ہوتا۔علم کی طلب اور علماء کی تلاش میں اتنا چلو کہ چلنے کی سکت باقی نہ رہے۔اتنا چلو کہ طاقت جواب دے جائے۔

حضور غوث الاعظمؒ علماء کا بے حد احترام کرتے تھے۔آپ علماء کو خودداری کا درس دیتے تھے اور اپنی عزت نفس قائم رکھنے کی تاکید فرماتے تھے۔جو علماء دولت اور دنیوی جاہ جلال کی طلب میں اہل اقتدار کے پیچھے بھاگتے ہیں انہیں آپ بالکل پسند نہیں فرماتے تھے۔ان کی مذمت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یا من یدعی العلم و یطلب الدنیا من أبنائها ویذلَ لهم

قدأضللک اللّهُ علی علم. ذهبت برکة علمک .

ذهب لبه و بقیی قشره ۱۹

آپ فرماتے ہیں اے وہ شخص جو علم کا دعویٰ کرتا ہے اور دنیا داروں سے دنیا کا طلبگار رہتا ہے اور ان کے سامنے عجز و نیاز کا اظہار کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے تجھے علم دے کر گمراہ کر دیا کہ تیرے علم کی برکت جاتی رہی۔گویا مغز جاتا رہا اور صرف چھلکا باقی رہ گیا۔

عمل:۔

حضور غوث الاعظمؒ اپنے متوسلین اور عقیدت مندوں کو حصول علم کے بعد اس پر عمل کرنے کی تاکید فرماتے ہیں۔آپ کی رائے میں ایسا علم جس پر عمل نہ کیا جائے وہ انسان کیلئے وبال اور تباہی و بربادی کا باعث بن جاتا ہے۔آپؒ نبی کریم ﷺ کے فرمان

"العلما ورثة الانبیاء"۔ ۲۰

ترجمہ: علماء انبیاء کے وارث ہیں" کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انبیائے کرام کی

تعلیمات پر عمل کرنے سے علماء ان کے وارث اور جانشین ہوتے ہیں۔ خالی علم حاصل کرنے سے علماء کو انبیاء کرام کی جانشینی حاصل نہیں ہوتی۔ ۲۱ آپؒ ایک دوسری حدیث کا حوالہ دیتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

یهتف العلم بالعمل فان أجابه والا ارتحل۔ ۲۲

ترجمہ: علم عمل کیلئے پکارتا ہے۔ اگر صاحب علم اس پر عمل کرے تو بہتر ورنہ چل دیتا ہے۔

حضرت غوث الاعظم فرماتے ہیں کہ علم پر عمل نہ کرنے سے علم کی برکت وفضیلت جاتی رہتی ہے۔ صرف پڑھنا پڑھانا باقی رہ جاتا ہے۔ ۲۳ حضور غوث الاعظم کی رائے میں جب تک انسان اپنی ظاہری شکل وصورت، لباس، خوراک اور اخلاق و کردار میں نبی کریم ﷺ کی اتباع اور آپ کی سنتِ مطہرہ پر عمل نہیں کرتا اس وقت تک وہ ناپاک اور نجس رہتا ہے ایسی حالت میں اس کا علم کسی کام نہیں آتا۔ آپؒ فرماتے ہیں۔

طهر جوارحک بالسنة وقلبک بالعمل بالقرآن. ۲۴

یعنی سنتِ رسول اللہ ﷺ پر عمل پیرا ہو کر اپنے ہاتھوں پاؤں کو پاک کرو اور قرآن کریم پر عمل کر کے اپنے دلوں کو پاک کرو۔

حضور غوث الاعظمؒ کی رائے میں بندۂ مومن کی تمام تر زندگی شریعت اسلامیہ کے ماتحت ہوتی ہے۔ اس کی زندگی کا ہر پہلو اور اس کے تہذیب وتمدن کا ایک ایک گوشہ قرآن وسنت سے ماخوذ ہونا چاہیے۔ آپؒ فرماتے ہیں۔

تتادبوا بعبادة الحق عزوجل و متابعة شرعه......تتادبوا باداب القرآن وكلام النبوة. ۲۵ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام)

ترجمہ: حق تعالٰی کی عبادت اور اس کی شریعت کی متابعت سے ادب سیکھو۔ قرآن کریم

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے آداب سیکھو۔

حضور غوث الاعظمؒ مسلمانوں کے لئے قرآن وسنت کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کو بہت اہم خیال کرتے ہیں۔ آپ کی رائے میں جو شخص قرآن وسنت پر عمل نہیں کرتا اسے اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کا کوئی حق نہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

کیف تسمی نفسک مسلما و قدحکم علیک
الکتاب والسنة فماعملت بحکمهما ولا تبعتهما ۔ ۲۶؎

ترجمہ: تو اپنے آپ کو مسلمان کیسے کہتا ہے جبکہ کتاب وسنت نے جو تمہیں احکام دیئے ہیں تو ان پر تو عمل نہیں کرتا اور نہ ہی ان کی پیروی کرتا ہے۔

حضور غوث الاعظمؒ کی رائے میں کلمہ طیبہ کی صورت میں توحید ورسالت کا زبانی اقرار کر لینا مسلمان کیلئے کافی نہیں ہے بلکہ توحید ورسالت کا اقرار انسان سے احکام شریعہ پر عمل پیرا ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ احکام شریعہ پر عمل کیے بغیر توحید رسالت کی شہادت دینا انسان کے کسی کام کا نہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

یا غلام ماخلقت للبقاء فی الدنیا والتمتع فیها. فغیر ما
انت فیه من مکاره الحق عزوجل قد قنعت من طلعة الله
عزوجل بقول لا اله الا الله محمد رسول الله . هذا لا
ینفعک حتی تضیف الیه شیئا اخر. الایمان قول و
عمل . لا یقبل منک ولا ینفعک. ۲۷؎

حضور غوث الاعظمؒ فرماتے ہیں۔ اے بیٹے تو دنیا میں عیش وعشرت سے رہنے اور یہاں کے مزے اڑانے کیلئے پیدا نہیں ہوا۔ حق تعالیٰ کی ناراضیوں کی جس حالت میں تو مبتلا ہے اسے بدل۔ تو نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سے صرف اپنی زبان سے لا الہ اللہ محمد رسول

اللہ کہہ دینے پر قناعت کر لی ہے۔ جب تک تو اس پر دوسری چیز (اعمال صالحہ) کا اضافہ نہیں کرے گا۔ اس زبانی اقرار کا تجھے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ ایمان دراصل زبان سے اقرار کرنے اور دل و جان سے اس پر عمل کرنے کا نام ہے۔ اس لئے توحید و رسالت کا محض زبانی اقرار نہ تو بارگاہِ رب العزت میں قبول ہوگا اور نہ ہی ایسا کرنے والے کو اس سے کوئی فائدہ مل سکے گا۔ حضور غوث الاعظمؒ کے مذکورہ بالا اقتباس کو علامہ اقبال نے یوں بیان کیا ہے۔

زباں سے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

اسی سلسلے میں حضور غوث الاعظمؒ مزید فرماتے ہیں۔

اذا اتیت بالمعاصی والزلات و مخالفة عزوجل وأصررت صورت علی ذلک و ترکت الصلوٰۃ والصوم والصدقة وافعال الخیر فای شیی ینفعک الشهادتان. ۲۸

ترجمہ: جب تو معصیتوں اور لغزشوں اور حق تعالیٰ کی مخالفت کا مرتکب ہوگا اور ان کا ارتکاب بار بار کرے گا۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور دوسرے نیکی کے کام چھوڑ بیٹھے گا تو پھر توحید رسالت کی شہادت تجھے کیا فائدہ پہنچائے گی۔

حضور غوث الاعظمؒ کی تعلیمات کا سارا زور کتاب و سنت کی پیروی پر ہے۔ آپ کے نزدیک کتاب و سنت کی پیروی کے سوا فلاح و نجات کا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اپنے پیروکاروں کو کتاب و سنت پر عمل پیرا ہونے اپنے آپ کو احکام شریعہ کا پابند بنانے کی بار بار تاکید فرماتے ہیں۔

من خدم الحكم و عمل به و اخلص فيه وهذا هو الكتاب والسنة افلح والله من تربى عليهما ونشاء فيهما ولم يتجاوز حدودهما افلح. ۲۹

آپ فرماتے ہیں جس نے احکام شریعت یعنی کتاب وسنت کی خدمت کی، اس پر پورے اخلاص کے ساتھ عمل پیرا ہو وہ کامیاب ہوا۔ اللہ کی قسم جس کی کتاب وسنت کے احکام کے مطابق تربیت ہوئی اور ان کے مطابق اس نے نشو ونما پائی اور ان کی حدود کو اس نے کبھی پامال نہ کیا۔ وہ شخص (دنیا و آخرت میں کامیاب ہوا) حضرت غوث الاعظمؒ کی رائے میں دونوں جہانوں میں کامیابی اور فلاح کا دارومدار نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور اخلاق حسنہ پر عمل کرنے میں ہے۔ اسی لیے آپ اپنے پیروکاروں کو آپ ﷺ کے اخلاق وافعال کا مطالعہ کرنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی تاکید فرماتے ہیں۔

تعلموا من الرسول ﷺ اخلاقه و افعاله اقتداء به اتبعوا اثر قدمه ﷺ۔ ۳۰

ترجمہ: نبی کریم ﷺ سے آپ کے اخلاق وافعال سیکھو تاکہ ان کی پیروی کر سکو اور آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلو۔

حضور غوث الاعظمؒ احکام شریعت پر پوری یکسوئی اور لگن کے ساتھ عمل پیرا ہونے کو روحانیت کی دنیا کا دروازہ سمجھتے ہیں۔ اس لیے آپؒ اپنے پیروکاروں اور عقیدت مندوں کو تاکید کرتے ہیں کہ وہ علوم شریعہ پر سختی کے ساتھ عمل پیرا رہیں۔ اس طرح ان کیلئے اسرار الٰہیہ کے راستے کھل سکیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

اصبروا على احكام الحكم و قد انكشف لكم الغطاء عن العلم۔ ۳۱

آپؒ اپنے متوسلین کو تاکید فرماتے ہیں کہ احکام شریعت پر صبر و تحمل کے ساتھ ڈٹے رہو۔ اس سے تمہارے لیے علم حقیقی کے پردے اٹھ جائیں گے۔

حضور غوث الاعظمؒ کے نزدیک علم کا واحد مقصد اس پر عمل پیرا ہو کر پہلے اپنی اصلاح کرنا اور اس کے بعد خلق خدا کو اس سے مستفید کرنا ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ اپنے علم پر عمل کرنے والے علماء سلف صالحین کے جانشین اور انبیائے کرام کے وارث ہوتے ہیں۔ وہ لوگوں کو شریعت اسلامیہ کا شہر آباد کرنے کی تاکید کرتے ہیں اور اسے ویران کرنے سے روکتے ہیں۔ قیامت کے روز باعمل علماء انبیائے کرام کے ساتھ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ سے ان کے زیادہ سے زیادہ اجر کی سفارش کریں گے۔ حضرت غوث الاعظم قرآن پاک کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ایسے عالم کو جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتا اس گدھے کی مثل قرار دیا ہے جس کی پیٹھ پر کتابیں لادی گئی ہیں۔ ۳۲ جن سے اس گدھے کو بوجھ اور مشقت کے سوا کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ ۳۳

آپؒ فرماتے ہیں کہ عالم باعمل کو کبھی فنا نہیں ہے بلکہ واصل بحق ہونے کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں ابدالآباد تک کیلئے وہ امر ہو جاتا ہے اس کے فیضان کا چشمہ ہمیشہ کیلئے جاری رہتا ہے جس سے خلق خدا ہمیشہ مستفید ہوتی رہتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

العالم العامل بعلمه المخلص فی عمله الصابر علی تعلیمه لحق ربه عزوجل لاموت له لانه اذامات التحق ربه عزوجل فدامت حیاته معه۔ ۳۴

آپؒ فرماتے ہیں کہ اپنے علم پر عمل کرنے والا عالم جو اپنے عمل میں پورے اخلاص اور صبر و رضا کے ساتھ کاربند رہتا ہو وہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں جا پہنچتا ہے۔ اسے فنا نہیں ہے بلکہ اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد واصل بحق ہو کر زندہ جاوید ہو

جاتا ہے۔

حضرت غوث الاعظم کی رائے میں کوئی شخص کتاب وسنت پر کما حقہ عمل پیرا ہوئے بغیر صوفی ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ صوفی کیلئے یہ بنیادی امر ہے کہ وہ پورے اخلاص کے ساتھ کتاب وسنت کے احکام پر عامل ہو۔ آپؒ فرماتے ہیں۔

ای غلام تدری انک صوفی وانت کدور، والصوفی من صفا باطنہ وظاھرہ بمتابعۃ کتاب اللہ و سنۃ رسول اللہ ﷺ۔ ۳۵

آپؒ فرماتے ہیں کہ اے لڑکے تو صوفی ہونے کا دعویدار ہے حالانکہ تیرا باطن صاف نہیں بلکہ گدلا ہے۔ صوفی وہ ہوتا ہے جس نے اللہ کی کتاب اور رسول کریم ﷺ کی سنت کی پیروی سے اپنے ظاہر اور باطن کو پاک وصاف کرلیا ہو۔

اسی لیے آپؒ کتاب وسنت پر دل کی گہرائیوں کے ساتھ عمل پیرا ہونے کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یا موات القلوب دوموا علی ذکر ربکم عزوجل و تلاوۃ کتابہ و سنۃ رسولہ و حضور مجالس الذکر، قد حیث قلوبکم کما حیث الارض المیتۃ بنزول الغیث علیھا ۔
۳۵

آپؒ فرماتے ہیں اے مردہ دل والو! اپنے پروردگار کے ذکر میں ہمیشگی اختیار کرو۔ اللہ کی کتاب کی تلاوۃ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کی سنت اختیار کرو اور ذکر کی مجالس میں حاضری کو اپنا معمول بناؤ۔ یہ معمول تمہارے دلوں کو اس طرح زندہ کردے گا جیسے بارش کے نزول کے بعد بے آب وگیاہ زمین پر زندگی کی بہار لوٹ آتی ہے۔

ایسے ریا کار صوفیہ کی کسی بھی دور میں کمی نہیں رہی ہے جو دوسروں کے روحانی فیوض و برکات، مکشوفات اور وارداتِ قلبی کو اپنے کارنامے ظاہر کر کے عوام الناس کو اپنی طرف متوجہ کرتے رہتے ہیں۔ وہ کتابی علم کی موشگافیوں سے تو اچھی طرح واقف ہوتے ہیں لیکن ان کا اپنا دامن عمل و اخلاص کے موتیوں سے بالکل خالی ہوتا ہے۔ ایسے ظاہر بین اور ریا کار متصوفین حضور غوث الاعظمؒ کے زمانے میں بھی ہر جگہ موجود تھے۔ جو دوسروں کی تصانیف میں سے تصوف کے مشکل مباحث اور پیچیدہ اصلاحات چرا کر عوام الناس کو دامِ فریب میں گرفتار کر کے اپنی دکان چمکانے کی کوشش کرتے تھے۔ حضور غوث الاعظمؒ ان خوشہ چین ریا کاروں سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔

انی اراک مبتلی بالشھوات اللذات والخلق والدنیا والاعتماد علی الأسباب. فلم تکلم فی احوال الصالحین وترعیھا لنفسک، تخبرنا بحال غیرک و تستغت علینا من کسب غیرک، تطالع الدفاتر وتسخرج منھا کلامھم یتکلم بہ وتوھم السامعین ان ھذا من خاطرک و قوۃ حالک و نطق قلبک. یا غلام اعمل بما قالوا اولا ثم تکلم بہ. ۳۶

آپؒ فرماتے ہیں میں تجھے خواہشات نفس، لذتوں، خلق خدا، دنیاداری اور ظاہری اسباب پر بھروسہ کرنے والا دیکھ رہا ہوں۔ پھر تو اللہ کے برگزیدہ بندوں کے احوال کے بارے میں کیوں گفتگو کرتا ہے۔ ان احوال کو اپنی ذات پر کیوں منطبق کرتے ہو۔ تم ہمیں دوسروں کے احوال کی خبر دے رہے ہو اور دوسروں کی کمائی ہم پر خرچ کر رہے ہو۔ بڑی بڑی کتابیں کھنگال کر ان کا کلام اخذ کرتے ہو اور اسے بیان کر کے دوسروں کو یہ

تاثر دینے کی کوشش کرتے ہو کہ یہ تیرے اپنے وارداتِ قلبی، تیرے اپنے مال کی طاقت اور دل کی آواز ہے۔ بیٹے بزرگوں نے جو کچھ فرمایا ہے پہلے تو خود ان کی تعلیمات پر عمل کر اور پھر اس کے بعد ان کے بارے میں گفتگو کر۔

صوفیہ کرام کا معاشرے پر ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ تاریخ کے ہر دور میں عوام الناس کے اخلاق و کردار، رسم و رواج اور تہذیب و تمدن پر ان کے اثرات نمایاں رہے ہیں یہ پاکیز نفوس چونکہ لوگوں کی بے پناہ محبت اور عقیدت کے محور ہوتے ہیں اس لئے اس طبقہ کی بے عملی اور جہالت عوام الناس کی وسیع پیمانے پر گمراہی اور بے راہروی کا باعث بنتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور غوث الاعظمؒ نے صوفیائے خام اور بے عمل علماء کو علم و عمل میں پختگی کے بغیر مسند دعوت و ارشاد سے دور رہنے کی ہدایت کی ہے۔ آپؒ انہیں مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

اذا دعوت الخلق ولست الی باب الخالق کان
دعاء ک وبالا علیک۔ ۳۷

آپؒ فرماتے ہیں کہ تم خلق خدا کو راہِ حق کی دعوت دے رہے جبکہ تمہیں خود خالق کائنات کے درِ اقدس تک رسائی حاصل نہیں ہے۔ ایسی دعوت سے دوسروں کو کیا ہدایت ملے گی یہ تو خود تیرے اپنے لیے وبال کی حیثیت رکھتی ہے۔

خاتمہ:۔

حضور غوث الاعظم کے مواعظ، خطبات، مکاتیب، ملفوظات اور وصایا وغیرہ میں جگہ جگہ ہمیں ایسے بے شمار اقتباسات ملتے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ تمام مسلمانوں کیلئے عموماً اور صوفیہ و علماء کیلئے خصوصاً احکام شریعہ سے کما حقہ واقفیت حاصل کرنا اور پھر پورے اخلاص اور لگن کے ساتھ ان پر عمل پیرا ہونا بہت ضروری ہے۔ آپ کی رائے

میں انسان کی نجات وفلاح کا اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ جس طرح علم بغیر عمل و اخلاص کے کوئی فائدہ نہیں دیتا اسی طرح شب وروز کی عبادت یعنی عمل بغیر مناسب علم کے انسان کو کفر و الحاد اور گمراہی و بے راہ روی سے دوچار کر سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؒ نے اپنے پیرو کاروں اور متوسلین کو ہدایت کی ہے کہ وہ ابتداً پوری لگن اور انہماک کے ساتھ حصولِ علم پر توجہ دیں اور اس کے بعد پورے اخلاص اور توجہ کے ساتھ احکام شریعہ پر عمل پیرا ہوں۔ یہی دینی، دنیوی اور روحانی زندگی میں کامیابی کا واحد راستہ ہے۔

حواشی

۱۔ تاریخ مشائخ چشت از پروفیسر خلیق احمد نظامی، لاہور، ص ۹

۲۔ Preaching of Islam, By Sir Thomas Arnold, Lahore 1956, Page 427

۳۔ جلاء الخواطر از شیخ عبدالقادر الجیلانیؒ، مکتبہ نبویہ لاہور 1988ء، ص 333

۴۔ الفتح الربانی، از شیخ عبدالقادر الجیلانیؒ، کراچی 1982ء ص 263

۵۔ جلاء الخواطر ص ۵۷

۶۔ الفتح الربانی، ص ۲۵۹

۷۔ جلاء الخواطر، ص ۹۸

۸۔ الفتح الربانی صفحہ ۹۲ پر ''انعزل'' کی بجائے ''اعتزل'' کے ساتھ۔ اس جملے کے حدیث ہونے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ تاہم اسے امام غزالی نے احیاء العلوم میں امام نخعی سے، ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء (۴۹:۹) میں، ابن ابی

عاصم الشیبانی نے کتاب الزھد (۱:۸۵) میں، اور امام ابوبکر البیہقی نے کتاب الزھد الکبیر مطبوعہ بیروت ۱۹۹۶ (۲:۹۴) میں ربیع بن خثیم سے اور امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب الزھد میں مطرف سے روایت کیا ہے۔ کشف الخفاء از اسماعیل بن محمد العجلونی مطبوعہ بیروت ۱۴۰۵ھ، ۱:۳۷۰

۹۔ جاء الخواطر: ص ۲۷

۱۰۔ ایضاً: ص ۱۶۳

۱۱۔ الفتح الربانی: ص ۲۷۱

۱۲۔ ایضاً ص ۲۷۱

۱۳۔ بعض الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ مجمع الزوائد از ابن الحجر الھیتمی: مدینہ منورہ ۱۹۹۲، ۲: ۸۰۹، حلیۃ الاولیا ۳: ۳۰۹، نوادر الاصول از حکیم ترمذی، بیروت ۱۹۹۲، ۱: ۱۸۸۔ کشف الخفاء، ۲: ۳۴۲، سنن دارمی، ۱: ۱۰۳ کے مطابق یہ عمر بن عبدالعزیز کا قول ہے۔ جبکہ مصنف ابن ابی شیبۃ، ۷: ۱۸۷ کے مطابق یہ حسن بصریؒ کا قول ہے۔

۱۴۔ الفتح الربانی ص ۳۲

۱۵۔ ایضاً ص ۲۵۹

۱۶۔ ایضاً ص، ۳۹۴

۱۷۔ فتوح الغیب از شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، مترجم عبدالرحمٰن طارق، لاہور، ص ۱۹۷

۱۸۔ جلاء الخواطر، ص ۵۱

۱۹۔ الفتح الربانی ص ۲۰۸

۲۰۔ ابن حبان، ۱: ۲۹۰، صحیح بخاری ۱: ۳۷، جامع ترمذی ۵: ۴۸، سنن ابوداؤد ۳: ۳۱۷

۲۱۔ الفتح الربانی ص ۲۲۰

۲۲۔ تدریب الراوی لابن الحجر العسقلانی، الریاض، ۲:۱۶۲
۲۳۔ الفتح، ص ۲۲۰
۲۴۔ جلاء الخواطر، ص ۲۳
۲۵۔ الفتح الربانی، ص ۲۵
۲۶۔ جلاء الخواطر، ص ۱۲۴
۲۷۔ الفتح الربانی، ص ۲۱
۲۸۔ ایضاً، ص ۲۲
۲۹۔ جلاء الخواطر، ص ۵۳
۳۰۔ ایضاً، ص ۳۶
۳۱۔ ایضاً، ص ۳۵
۳۲۔ القرآن الکریم، سورۃ الجمعۃ: ۵
۳۳۔ الفتح الربانی، ص ۹۹
۳۴۔ جلاء الخواطر، ص ۱۸
۳۵۔ ایضاً، ص ۲۰
۳۶۔ ایضاً، ص ۷۵
۳۷۔ ایضاً، ص ۷۹

حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اور فکر آخرت

(ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی)☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

فضیلۃ الاستاذ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، دیگر ڈاکٹر اور پروفیسر حضرات اور ارباب فکر ودانش اللہ تعالیٰ کے فضل اور توفیق سے آج ہم یونیورسٹی آف فیصل آباد میں غوث اعظم سیمینار میں شریک ہیں۔ بندہ ناچیز غوث اعظم سیمینار کے منتظمین کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے کہ انہوں نے تاریخ اسلام کی نہایت عظیم شخصیت باز اشہب ، فرد اکمل حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو خراج تحسین پیش کرنے کیلئے اور ان کی تعلیمات کو اجاگر کرنے کیلئے ''غوث اعظم سیمینار کا انعقاد کیا ہے اور میں جناب ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے یہاں ''غوث اعظم اور فکر آخرت'' کے موضوع پر کچھ کہنے کیلئے حکم فرمایا ہے۔

فکر آخرت قرآن وسنت کا اہم موضوع ہے بلکہ یہ ان موضوعات میں سے ہے کہ جن پر ہر دور کے انبیاء کرام علیھم السلام نے نہایت زور دیا ہے اور ہر دور کے سرکش لوگوں نے اس پیغام کی مخالفت کی ہے۔ اور اس کے خلاف آواز بلند کی ہے۔

حضرت ہود علیہ اسلام نے جب اپنی قوم کو یہ پیغام سنایا تو قرآن مجید میں ان کی قوم نے اس پیغام کا تمسخر اڑایا۔ قرآن مجید میں ہے انہوں نے کہا۔

ایعدکم انکم اذا متم و کنتم ترابا وعظاما انکم مخرجون ۔ ھیھا ھیھات لماتوعدون۔ ان ھی الا حیاتنا الدنیا نموت و نحیا ومانحن بمبعوثین۔ (المومنون:۳۵۔۳۶۔۳۷)

☆ پرنسپل جامعہ جلالیہ لاہور

''کیا تمہیں یہ وعدہ دیتا ہے کہ تم جب مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے اس کے بعد پھر نکالے جاؤ گے کتنی دور ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے وہ تو نہیں مگر ہماری دنیا کی زندگی کہ ہم مرتے جیتے ہیں اور ہمیں اٹھنا نہیں ہے''

وہ لوگ فکر آخرت کی آواز کو دبانے کیلئے عقیدہ آخرت ہی کا انکار کر رہے تھے جبکہ حق کے علمبرداروں نے عقیدہ آخرت ہی سے لوگوں کو فکر آخرت کی طرف راغب کیا ہے۔ قرآن مجید ہے۔

اولم یر الانسان انا خلقناہ من نطفة فاذا ھو خصیم مبین. وضرب لنا مثلا ونسی خلقه قال من یحی العظام وھی رمیم. قل یحیھا الذی انشأھا اول مرة وھو بکل خلق علیم.

اور کیا انسان نے نہ دیکھا کہ ہم نے اسے پانی کی بوند سے بنایا۔ جب ہی وہ صریح جھگڑالو ہے۔ اور ہمارے لیے کہاوت کہتا ہے۔ اور اپنی پیدائش کو بھول گیا بولا ایسا کون ہے کہ ہڈیوں کو زندہ کرے جب بالکل گل گئیں تم فرماؤ انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں بنایا اور اسے ہر پیدائش کا علم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بڑے دل نشین اور موثر پیرائے میں اس پیغام فکر آخرت کو بیان کیا ہے کتب حدیث میں کتاب الرقائق ایسے ہی فرمودات کا مجموعہ ہے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بھی چونکہ وراثت نبوی ہی کے امین تھے۔ اور آپ کا انداز بھی حکمت بالغہ کا ترجمان تھا آپ نے جیسے خواص کیلئے درس وتدریس کا اہتمام کیا ایسے ہی عوام کیلئے بھی وعظ وارشاد کا سلسلہ جاری رکھا۔

آپ نے ہفتے میں دو دن اجتماع عام کیلئے خاص فرما رکھے تھے آپ کی مجالس میں ستر ستر ہزار افراد کا اجتماع ہو جاتا۔ چار چار سو اصحاب قلم بیٹھتے اور آپ کے فرمودات کو لکھتے جاتے دیگر موضوعات کے علاوہ فکر آخرت کو بھی آپ نے کثرت سے بیان کیا۔

آپ فرماتے ہیں۔

اجعل آخرتک رأس مالک و دنیاک ربحه واصرف زمانک اولا فی تحصیل آخرتک ثم ان فضل من زمانک شی فاصرفه فی دنیاک (فتوح الغیب). مقاله ۳٦

''آخرت کو اپنا راس المال اور دنیا کو اپنا منافعہ سمجھو اپنی عمر کا وقت پہلے آخرت کے حاصل کرنے میں صرف کرو پھر اگر تمہارا وقت کچھ بچ گیا تو اس کو اپنی دنیا میں خرچ کر لینا۔

مزید فرماتے ہیں۔

یا غلام: قدم الاخرة علی الدنیا فاناک. تربحهما جمیعا واذا قدمت الدنیا علی الاخرة خسرتهما جمیعا عقوبة لک. المومن یعمل لدنیاه وآخرته یعمل الدنیاه بقدر ما یحتاج الیه یقنعه منها کزادالراکب. الجاهل کل همه الدنیا والعارف کل همه الاخرة. الفتح الربانی مجلس نمبر۱۳

اے بیٹے آخرت کو دنیا پر مقدم کر اگر تو ایسا کرے گا تو تجھے دنیا اور خرت دونوں میں فائدہ ہوگا اور جب تو دنیا کو اخرت پر مقدم کرے گا تو پھر تو دونوں میں بطور سزا خسارا پائے گا مومن دنیا اور آخرت دونوں کیلئے کام کرتا ہے دنیا کیلئے صرف بقدر ضرورت جو اسے دنیا سے قانع بنا دے جیسے مسافر کیلئے زادراہ۔ جاہل کو ہر وقت دنیا کی فکر ہوتی ہے۔ جب کہ عارف کو ہر وقت آخرت کی فکر ہوتی ہے۔

کما یری من امامه کل أحد یقظته علی قدر حاله: الفتح الربانی مجلس ۴۵

''بندے کا درجہ اسلام سے ترقی کر کے ایمان کی طرف پہنچتا ہے اور ایمان سے ایقان کی طرف اور ایقان سے معرفت کی طرف اور معرفت سے علم کی طرف اور علم سے محبت

کی طرف اور محبت سے محبوبیت کی طرف اور اپنی طلب سے مطلوبیت کی طرف پس اس وقت وہ بندہ جب غافل ہو تو اس کو جگا دیا جاتا ہے۔ جب بھول جائے تو اس کو یاد دلایا جاتا ہے جب سو جائے اسے بیدار کیا جاتا ہے۔ پس وہ ہمیشہ بیدار اور ستھرا رہتا ہے کیونکہ اس کے دل کا برتن صاف ہو گیا ہے۔ اس برتن کے ظاہر سے اس کا باطن دیکھا جا سکتا ہے۔ اس بندے کو رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ سے بیداری کا ورثہ ملتا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں سوتی تھیں دل نہیں سوتا تھا اور آپ ﷺ کو جیسے آگے نظر آتا تھا ایسے ہی پیچھے نظر آتا تھا۔ ہر ایک کی بیداری اس کی حالت کے مطابق ہوتی ہے۔

حضرت غوث پاکؒ کے اس فرمان سے چند باتیں خاص ثابت ہوتی ہے۔

نمبر 1: نصابِ ولایت اور اس کے مراحل

نمبر 2: اسلام ایمان پر مقدم ہے کیونکہ ظاہر طور پر کسی کا مطیع ہو جاتا ہے۔ جبکہ ایمان کا تعلق باطن اور دل کیساتھ ہے کہ جب وہ مطمئن ہو جائے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا۔

گنوار بولے ہم ایمان لائے تم فرما دو تم ایمان تو نہیں لائے ہاں یوں کہو ہم مطیع ہوئے۔ الحجرات آیت ۱۴۔

نمبر ۳: ولایت اور تزکیہ و تقوی کے باعث بندے کو دربار رسالت کے قریب کرتے ہیں اور پھر اس کو دربار الٰہی کا قرب میسر ہو جاتا ہے۔

نمبر ۴: رسول اللہ ﷺ کے حواس اور عام لوگوں کے حواس میں بہت فرق ہے۔ اور یہ صلاحیت مثلاً آگے دیکھتے ہوئے پیچھے دیکھ لینا ان میں عارضی نہیں بلکہ طبیعت اور مزاج کا حصہ ہے۔

نمبر ۵: اولیاء کرامؒ کو بھی اپنے درجے کے مطابق ایک دائمی

نیز آپ فرماتے ہیں۔

یاغلام الطریق الی اللہ تعالی لا یسافر فیھا الا بزاد الصدق ولا یوصل الیہ بعد الصیام عن الدنیا وما فیھا. قلائد الجواہر؛۶۱

''اے بیٹے اللہ تعالیٰ کی طرف صرف سچائی کے زادراہ کے ساتھ ہی سفر کیا جاسکتا ہے اور دنیا و مافیھا سے روزہ رکھ کر ہی اس کی طرف پہنچا جاسکتا ہے۔

دنیا اور آخرت کا تقابل کرتے ہوئے انسان کو خیر آخرت کیلئے جن صبر آزما مراحل سے گذرنا پڑتا ہے ان کا تذکرہ کرتے فرماتے ہیں۔

الدنیا کشجرۃ : الصبر اول ثمرتھا مر و آخرھا حلو لا یصل المرألی حلاوتھا حتی یتجرع مرارتھا، فمن صبر علی بلائھا حل لہ نعیمھا، انما یعطی الاجیر اجرہ بعد عرق جبینہ وتعب جسدہ. فتوح الغیب مقالہ ۳۶

دنیا درخت کی طرح ہے۔ اس کا پھل جو صبر ہے وہ پہلے کڑوا ہوتا ہے اور بعد میں میٹھا ہوتا ہے۔ انسان اس (صبر) پھل کی مٹھاس تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا یہاں تک کہ اس کی تلخی کے گھونٹ نہ بھرلے پس جو شخص اس پھل کی آزمائشوں پر پورا اترتا ہے اس کیلئے اس کی نعمت خوشگوار ہو جاتی ہے۔ سوائے اس کے نہیں کہ مزدور کو اجرت اس کی پیشانی کے پسینے سے شرابور ہونے اور اس کے جسم کی تھکاوٹ کے بعد ہی دی جاتی ہے۔

حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فکر آخرت کے انعامات کا تذکرہ کرتے ہوئے دنیاوی زندگی میں بھی اس کے دینی فوائد کو بیان کیا ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔

تترقی درجه العبد من الاسلام الی الایمان ومن الایمان الی الایقان ومن الایقان الی المعرفة ومن المعرفة الی العلم ومن العلم الی المحبة ومن المحبه الی المحبوبیه ومن طلبه الی مطلوبیه فحینئذ اذا غفل أوقظ واذا نسی ذکر واذا نام نبه فلایزال ابداً مستیقظا صافیا لانه قد صفت آنیة قلبه یری من ظاهر ها باطنها ورث الیقظة من نبیه ﷺ کانت تنام عیناه و لاینام قلبه و کان یری من ورائه

بیداری میسر آ جاتی ہے جو انہیں غافل نہیں ہونے دیتی اور ان کو اللہ تعالیٰ کے دربار کی طرف متوجہ رکھتی ہے۔ آپ کا یہ مقصد ہے کہ عام لوگوں سے اولیاء کرام کے حواس بھی مختلف ہوتے ہیں اور کہیں زیادہ طاقتور ہوتے ہیں۔

چنانچہ آپ کے نزدیک فکر آخرت کی خوشبو بندے کو دنیا میں بھی معطر کرتی اور عقبیٰ میں بھی اس کی چمک سے دنیا بھی منور ہوتی ہے قبر بھی۔ یہ دنیا میں بھی پیغام امن و آشتی ہے۔ آخرت کی کامیابی کی نوید بھی۔

میں ایک بار پھر استاذ محترم ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب اور غوث اعظم سیمینار کے تمام منتظمین کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

وآخر دعوانا ان الحمد الله رب العالمین.

تصوف اور اس کے اعمال

(ڈاکٹر مسعود احمد مجاہد)

تصوف عرفِ عام میں بہت مشہور ہے لیکن لفظی معانی پر غور کیا جائے تو یہ عجیب مصدر ہے۔

ابتدائی خاصہ ''تکلف'' اور انتہائی سلب۔

یقیناً جو شخص اس میدان میں داخل ہوتا ہے۔ ابتداء میں فرائض سنن ونوافل کے بعد اوراد و وظائف میں تزکیہ نفس کے لیے تکلف کرنا ہوتا ہے۔ کہیں آہ و بکا کی صورت بنانا ۔ خواہ مخواہ گردن جھکائے رہنا۔ رات کو اٹھ اٹھ کر قیام لیل اور اذکار میں بسر کرنا۔ لیکن آہستہ آہستہ تکلف ختم ہوتا جاتا ہے۔ اور ذوق وشوق ایسا پیدا ہو جاتا ہے کہ ان امور ومشاغل کو انجام نہ دینے پر روحانی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

پھر اب انتہائی سلب پر جب تکلف پر ذوق وشوق بدل جاتا ہے یقیناً جیسے کوئی طاقت ہی بے اجسام کو مشین کی طرح کام میں لا رہی ہے تو مشاہدہ تیز ہو جاتا ہے۔ تو تمام افعال وفواعل اور کان مکون اس کی بصارت سے سلب ہو جانے لگے۔ نورانی تجلیات اس کے قلب کو مصفی کرتی ہیں۔ اور یوں تمام مشاہدہ وملاحظہ سلب ہو جاتا ہے۔

لا آدم فی الکون ولا ابلیس

لاملک سلیمان ولا بلقیس

فالکل عبارۃ وانت المعنی

یا من ھو للقلوب مقناطیس

ترجمہ: اس عالم کون میں نہ کوئی آدم ہے نہ کوئی ابلیس، نہ سلیمانی بادشاہت اور نہ بلقیس یہ سب مختلف الفاظ ہیں اور مطلب صرف تو ہے۔ اے جو دلوں کے لیے مقناطیسی کشش رکھتا ہے۔

☆ پروفیسر منہاج یونیورسٹی لاہور

اسی تکلف کو پیش نظر رکھتے ہوئے کتب تصوف کا مطالعہ کیا تو بعض اقوال نے برصغیر کے تصور تصوف کو اسلامی رنگ دینے کی کوشش کی کہ تمام مذاہب عیسائیت، ہندو وسکھ ازم اور اسلام میں عرفان نروان کا ایک ہی طریقہ ہے کہ تصوف فلسفہ اشراق، جدید افلاطونی الٰہیات اور ہندو جوگ کا نام ہے۔ مگر وضاحت طلب ہے۔

امر واقع میں فقر و درویشی، رہبانیت اور جوگ ایک ہی شے ہے لیکن اپنے لوازم کے اعتبار سے یہ ایک دوسرے ضرور ممیّز و ممتاز ہیں۔

رہبانیت: مسیحی طرز فکر سے ریاض و مجاہدہ کا ثمرہ ہے۔

جوگ: ہندو موٗحدین کا ریاضات شاقہ کا ماحصل ہے۔

فقر و درویشی و تصوف اسلامی ریاضات و عبادات پر استقامت و پابندی و اخلاص کا نتیجہ ہے۔ کل رجال احوال و اقوال اللہ جل شانہ نے اپنے فیض عرفان کو مخلوق تک پہنچانے کے لیے انبیاء علیھم السلام کا انتخاب فرمایا۔ اب یہ فیض صرف اتباع رسول میں سے ہی ممکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے واضح ارشاد فرمایا ہے۔

”ولکن رسول اللہ و خاتم النبین“

اور وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں۔

اب ختم مرتبت کا دور ہے۔ اور ابواب فیوض وعرفان اور طلب محبوب حقیقی در محمدی کے سوا مسدود ہو چکے ہیں۔ پروردگا عالم نے اپنی ذات سے محبت کا راہنما اصول سلوک کے میدان میں قدم رکھنے والوں کے لیے متعین فرمایا ہے۔

”قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ“

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔

تاریخ میں بعض سالکین نے واسطہ محمدی کے بغیر حصول فیوض کا دعویٰ کیا ہے لیکن

یہ ان کے فہم کی غلطی تھی۔ وہ فیض بھی مشکوٰۃ نبوت سے تھا۔ لیکن وہ اس کا ادراک نہ کر سکے۔ اس ضمن میں شیخ ابن عربی نور اللہ مرقدہ نے فتوحات مکیہ میں سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔

چنانچہ علماء اصولین اور محقق متصوفین بدون سنت مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء کے اور اتباع شریعت نبویہ سے آزاد ہو کر سلوک کی منازل طے کرنے والوں کو الحاد و زنادقہ کے ضمرے میں شمار کیا ہے۔ (ماخوذ مکتوبات، پھلواری)

شریعت، طریقت اور حقیقت کی اصطلاح:

مشائخ عظام اور علماء کرام واضح فرق میں تقسیم ہیں اور ان اصطلاحات کو اپنے لیے مخصوص رکھتے ہیں۔ لیکن شریعت، طریقت، معرفت و حقیقت ایسی مسلسل و وابستہ ہیں کہ ان میں جدائی نہیں ہو سکتی۔ سلوک کے میدان میں سالک جب قدم رکھتا ہے تو دشت عرفان کی سیاہی میں زادراہ منازل سفر اور منازل مقصود پیش نظر ہوتا ہے۔

یقیناً شریعت زاد سفر ہے۔ طریقت رستہ و منازل طے کرنا ہے۔ اور حقیقت، منازل مقصود پر پہنچنا ہے۔ دوسرے الفاظ میں شریعت سیر الی اللہ کی سیڑھی ہے اور طریقت کی سیڑھی پر چڑھ کر سفر کرنا ہے اور حقیقت سیڑھی سے منزل مقصود پر پہنچنا ہے۔ سید سلیمان شاہ پھلواری فرماتے ہیں:

اس سلسلہ میں تصوف کی مشہور و متداول کتب کو سامنے رکھیں تو معلوم ہوگا کہ تصوف کے اصولی مسائل قرآن و حدیث سے مستخرج ہیں قرآن و حدیث کی خدمت یقینا علماء، فقہاء متکلمین نے کی ہے۔ "محدثین ظاہریہ" صرف جامع حدیث ہیں وہ حدیث کے اسرار و رموز سے بے خبر رہے۔ وہ صرف رجال پر بحث کرتے رہے لیکن صوفیہ نے اسرار و رموز، اور کنوز کے وہ گوہر مستنبط کئے کہ متکلمین فقہاء ان کی اس خدمت کے عشر عشیر کو بھی نہ پہنچ سکے۔ متصوفین نے ریاضتوں اور مجاہدوں کو جن میں اتباع سنت اور شریعت نہ ہو اس سے برأت

کا اعلان کیا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں:

''وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو تقلید سنت سے الگ ہو کر اختیار کیے جائیں معتبر نہیں ہیں اس لیے کہ جوگی اور ہندوستان کے براہمہ اور یونان کے فلاسفہ بھی ان کو اختیار کرتے ہیں اور یہ ریاضتیں ان کی گمراہی میں اضافہ کے سوا اور کچھ نہیں کرتی ہیں۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے قول قابل غور ہیں اور بعض جہلاء جو کہہ دیتے ہیں کہ شریعت اور ہے اور طریقت اور ہے۔ محض انکی کج فہمی ہے۔ طریقت بے شریعت خدا کے گھر مقبول نہیں صفائی قلب کفار کو بھی حاصل ہوتی ہے۔ قلب کا حال آئینہ کی مثل ہے آئینہ زنگ آلود ہے تو پیشاب سے بھی صاف ہو جاتا ہے اور گلاب سے بھی صاف ہو جاتا ہے۔ لیکن فرق نجاست اور طہارت کا ہے۔ ولی اللہ کو پہچاننے کی کسوٹی اتباع سنت ہے۔ جو متبع سنت ہے۔ وہ اللہ کا دوست ہے۔ اور اگر مبتدع ہے تو محض بے ھودہ ہے۔ خرق عادات تو دجال سے بھی ہونگے انہی افکار کا سرچشمہ و منبع سیدنا غوث الثقلین پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی کی ذات شنود صفات ہے۔ آپ کا دور مناظروں اور یونانی فلاسفہ کی موشگافیوں کا دور ہے۔ قرآن و حدیث کی صحت فقہا کے استنباط مسائل اور توحید رسالت آخرت، غرض عقائد پر مختلف اطراف سے حملے ہو رہے تھے لیکن آپ نے عقل و نقل اور خرق عادت سے کمال انداز سے ذہنی لشط اور فکری انتشار کا سد باب کیا۔ اور محی الدین کے نام سے ملقب ہوئے فتوح الغیب میں فرماتے ہیں:

كل حقيقة لايشهد لها الشرع فهو زندقه

''وہ چیز جس کی تائید شریعت سے نہ ہو زندقہ ہے۔

پیران پیر قدس سرہ اپنے احباء اور ارادہ مندوں کو مجاہدہ نفس میں تربیت و تزکیت

فرماتے، سالکین پر مختلف معارف و مکشوفات اور رویات ظاہر ہوتے تو ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کو کتاب و سنت پر پیش کرو۔ اگر کتاب و سنت ان کی گواہی دیں تو قبول کرو ورنہ غلط سمجھو فرمایا:

اتبعوا ولا تبتدعوا

اے لوگو! اتباع رسول کرو اور بدعتی نہ بنو۔

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی روحانیت کے جس مقام پر تھے اس کا اظہار اپنے شعر میں یوں فرماتے ہیں۔

وکل ولی له قدم وانی ، علی قدم النبی بدر الکمال

ولایت کمالات نبوت، رسالت کا ظل و عکس ہے۔ پروردگار عالم نے اپنی کمال حکمت سے اپنے انوار و تجلیات اور خصوصاً مہبط وحی کے لیے نبوت کو منتخب فرمایا اور جلال و جمال کے انعکاس کے لیے ان کو دنیا ''و ما فیھا'' سے خصوصاً قلب و اجساد کو قوی تر فرمایا۔ تجلیات الٰہی کا منظر ہم ''رب ارنی اور لن ترانی'' کے پس منظر اور نبی علیہ السلام پر نزول وحی کی کیفیت سے اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ:

لانفرق بین احد من رسلہ

کی آیت مبارکہ کے تناظر میں تمام انبیاء علیھم السلام نفس رسالت بسیطہ میں یکساں ہیں لیکن قرآن عزیز کی دوسری آیت میں بڑی صراحت کے ساتھ ذکر ہے۔

''تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض''

ان رسولوں میں ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

بنا بریں تمام انبیاء ایک خاص صفت کاملہ اور شان خاص کے ساتھ ممتاز ہوتے ہیں جو ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں۔

بعینہ نفس ولایت بسیطہ میں بھی تمام اولیاء برابر ہیں اور ہر ولی اپنے خاص کمال قرب میں امتیازی مقام رکھتا ہے۔ جس سے ان کے مدارج قائم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جملہ انبیاء علیہم السلام کے جملہ کمالات اور اعجازات کو نبی احمد علیہ السلام کو عطا فرمائے:

اوتیت جوامع الکلم

اور آپ کی امت کے علماء ربانین (اولیاء) کو تمام انبیاء کی شان کمال طبائع جبلتوں کے صورت میں ودیعت فرمائے۔

اسی تقاضا کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ نور القمر مستفاد من الشمس۔ چاند کا نور سورج سے مستفاد ہے۔ یعنی امامت و ولایت کے کمالات نبوت و رسالت کے کمالات سے مستفیض ہیں۔ یوں نبوت جس شان کمال سے جلوہ گر ہے امت مصطفیٰ کے جس ولی پر انعکاس ہوا۔ وہ بھی عطاء اسی شان کا مظہر ہوا اور اس نبی کے قدم پر ہوا وہی اسکا مشرب کہلایا۔

آیئے اب سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کا فرمان وانی علی قدم النبی کو سمجھنے کے لیے اگر کتابوں کا مطالعہ ہو۔ نصوص ذکر کرنے کی ضرورت نہیں چونکہ متاخرین مشائخ تنقیح و تحقیق کی محنت شاقہ کی طرف نہ گئے۔ ریاضات شاقہ نے ہی ان کو یہ عرفان دے دیا۔ لیکن اب تجدید تحقیق ضرورت ہے۔ چنانچہ مشرب اور قدم کی اصطلاح کو حدیث مبارکہ سے مستنبط کیا جا سکتا ہے ۔ کنز العمال میں علامہ ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ابو بکر نظیر ابراھیم و عمر نظیر موسیٰ و عثمان نظیر ھارون وعلی ابن ابی طالب نظیری ومن سرہ ان ینظر الیٰ عیسیٰ ابن مریم فلینظر الی ابیی ذرہ الغفاری

ابوبکر نظیر ہیں ابراہیم کی، عمر نظیر ہیں موسیٰ کی، عثمان، ہارون علیہ السلام کی اور علی میری مثل ہیں اور جسے عیسیٰ بن مریم کو دیکھنا ہو وہ ابوذر غفاری کو دیکھ لے۔

ان تمام کمالات کا انعکاس اولیاء امت مصطفیٰ ﷺ پر بھی ہوا اور سید الطائفہ سیدنا ''جنید خلت ابراہیمی'' کے مظہر ہیں ابراہیم قدم اور مشرب بر ہوئے۔

اس حدیث سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نظیر رسول اللہ ﷺ ہونا ثابت ہوا۔ وہ محمد المشرب اور علی قدم النبی ہیں۔ ایسے ہی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی بھی نظیر رسول اللہ ﷺ ہیں محمد المشرب اور علی قدم النبی ہیں جس کا دعویٰ وہ خود کرتے ہیں۔

و کل ولی له قدم وانی ، علی قدم النبی بدر الکمالی

سیدنا غوث الثقلین کا یہ اعجاز ہے کہ آپ کی ولایت مبارکہ بعثت محمدیہ کا عکس ظل ہے۔ جس طرح خاتم النبین ﷺ کافۃ للناس اور قیامت تک آپ کا فیض جاری ہے۔ اسی طرح ولایت غوث اعظم کا فیض تا قیام قیامت کچھ نہ کچھ باقی رہے گا۔ جس کا وہ خود اظہار فرماتے ہیں۔

آفلت شموشن الاولین وسمسنا

ابداً علی افق العلی لا تغرب

پچھلوں کے آفتاب غروب ہو گئے اور ہمارا آفتاب بلند افق پر ہمیشہ رہے گا۔

تصویر کا دوسرا رخ:

آج کے اس سیمینار کے توسط سے ارباب دانش اور عامۃ الناس کے لیے دعوت فکر کہ اس تمام سیمینار کے دونوں سیشنز میں مقالات بڑے فکری، علمی، روحانی اور بصیرت افروز ہیں لیکن موجودہ معاشرے میں سلسلہ قادریہ کے تمام مراکز میں بڑی شد و مد اور وقتی جذبوں کے ساتھ ہر ماہ گیارھویں کا ختم دلایا جاتا ہے۔ اور جب یہ مہینہ آتا ہے ہمارے علماء

وقت کے حکمرانوں سے مناظرہ ومجادلہ اور ازاں بعد مقاتلہ بھی کیا۔ ''ورثۃ الانبیاء'' ہونے کے ناطے سے متصوفین اور قادریت کے علمبرداروں کو دین کو غالب کرنے کے لیے محنت شاقہ کی ضرورت ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں جس طرح علماء میں مختلف گروہ ہیں فقہ اور نظریات کے اعتبار سے اس طرح موجودہ صوفیہ کرام نے اللہ کی رحمت وسیع کو اور حضور ﷺ کی شفقت عمیم اپنے حجروں اور خانقاہوں تک محدود کر دیا ہے اور اپنے مریدوں اور پیروکاروں تک محصور کر دیا ہے۔ نہ تو ان میں قوم کا درد ہے اور ملک وملت کی پرواہ ہے یہ نہ تو حقیقی تصوف اور نہ ہی سچا عرفان ہے۔ اصل تصوف اور عرفان تو یہ ہے۔

اخوب اس کو کہتے ہیں کہ چبھے کانٹا جو کابل میں
ہندوستان کا ہر پیرو جواں بے تاب ہو جائے

چو عضوے بدرد آورد روزگار۔ دگر عضو ہا را نماند قرار سقوط بغداد پر ملک وملت اور قوم کا درد رکھنے والے گوشہ نشین حضرات خانقاہوں سے نکل آئے اور رسم شبیرادا کی۔ شیخ سعدی، حافظ شیرازی ''آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں۔ آسمان راہ حق بود گر خوں بگرید برزمیں برزوال ملک معتصم البرالحومنین سلطان محمد خوارزم نے جب بغداد پر چڑھائی کا ارادہ کیا تو شیخ شہاب الدین سہروردی نے بغداد سے خوارزم کا سفر کیا اور مسلمانوں کی خونریزی سے باز رکھنے کا کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا۔ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی اور حضرت بابا فرید گنج شکر نے قباچہ خان کی بغاوت اور بے اعتدالیوں کی حرکات سے سلطان وقت شمس الدین التمش کو باخبر کیا۔

کیا کیا نہ ان پر سختی کی گئی۔ مگر انہوں نے کچھ پرواہ نہیں کی اور صاف کہہ دیا کہ قوم کی بربادی ہم نہیں دیکھ سکتے۔ ہم ضرور اپنا فرض منصبی ادا کرتے رہیں گے شیخ مجدد الف ثانی حاکم وقت کو راہ راست پر لانے کے لیے گوالیار کے قلعہ تک کردار ادا کرتے ہیں۔

متاخرین مشائخ عظام اپنے امیر مریدوں کو مکتوبات کے ذریعے مظلوموں کی داد

ومشائخ بڑی گیارھویں شریف کا اہتمام کرتے ہیں۔اور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کے مناقب اور محامد آپ کی صورت، سیرت اور کرامات کا تواتر کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ان کے مشن کے متعلق کبھی غور کیا۔

ان کی ایک بات پر ہی ہم عمل پیرا ہو جائیں تو سیدنا غوث اعظم سے سچی عقیدت کا اظہار ہو جائے یعنی وہ بچپن میں سچ بولے جھوٹ نہیں بولے۔نبی کریم کی حدیث مبارکہ ہے صحابہ نے پوچھا۔آپ نے فرمایا ہاں کیا مومن زانی ہوسکتا ہے فرمایا، ہاں کیا مومن جھوٹا ہوسکتا ہے آپ نے فرمایا نہیں۔

آج کے اس گلوبل ویلج میں پھر شریعت اور سیاست کو، عیسائیت کے نظام کو اپناتے ہوئے چرچ اور بادشاہت کو علیحدہ علیحدہ کر رہے ہیں یعنی کہ شریعت محض عبادات کا نام ہے۔کار سیاست سے اس کو کوئی کام نہیں ہے۔وہی فکر ہمارے مشائخ اور عوام کی ہے۔ مروجہ پیری مریدی اور خانقاہی نظام کا مقالات کی روشنی میں کوئی نسبت قائم کی جا سکتی ہے؟ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ تمام علوم عقلیہ نقلیہ اور عرفان وسر کی انتہائی بلندیوں پر تھے۔ اور یہ خانقاہوں میں بیٹھ کر نہیں، محلات میں نازونین سے نہیں، بلکہ بغداد کے تپتے صحراؤں میں سنگلاخ پہاڑوں میں عرصہ بیس سال کی خاک چھاننے اور مجاہدہ نفس کے بعد یہ مقام آتا ہے۔

آج کل کی پیری مریدی اور بالخصوص ہمارے پاکستان میں محض رسم رہ گئی ہے اپنے مریدین میں اضافہ حلقہ کی توسیع اور رزق میں اضافہ ہے۔للھیت اور قادریت سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

شیخ اور صوفی اور علماء حق وہی ہیں جو نائب رسول کا حق ادا کر رہے ہیں۔انبیاء علیھم السلام نے اپنے دور میں دین کو غالب کرنے کے لیے باطل قوتوں کی سرزنش کی۔

رسی اور مساکین وغربا کی دستگیری کی تلقین کرتے۔ اپنے معتقدین امیروں کے یہاں ناداروں کی برابر سعی وسفارش کا دروازہ ان کے یہاں کھلا رہتا تھا۔ علم کی اشاعت کے لیے خلفاء کو تیار کرنا اور دور دراز علاقوں میں بھیجنا خود تکلیف برداشت کرتے مگر مخلوق خدا کو آرام پہنچاتے۔ امام غزالی کو دیکھو یہ نظامیہ بغداد کے اعلیٰ مدرس تھے۔ حضرت شیخ ابو نجیب سہروردی نظامیہ یونیورسٹی کے پرنسپل تھے اور اپنی خانقاہ کی شمع انجمن تھے۔ ایسے ہی بڑی بڑی شخصیات مشن نبوت سے وابستہ ہو کر معیشت ومعاشرت تجارت وسیاست کے ساتھ ساتھ نظام کو غالب کرنے کی سعی کرتے رہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کا عقیدہ توحید

(ڈاکٹر محمد طفیل)

مسلمان کلی اسلام کو بہت سے اجزاء کے ذریعے متعارف کراتے ہیں کبھی اسے شریعت کا نام دیتے ہیں، کبھی وہ طریقت کے لفظ سے اسلام کو یاد کرتے ہیں۔ بعض اہل اسلام طریقت اور حقیقت کی الگ الگ تعبیرات اور تشریحات کرتے ہیں۔ اسی طرح متکلمین، مفسرین، محدثین اور فقہائے اسلام اپنے اپنے انداز میں اسلامی مبادیات متعین کرتے ہیں اور انہیں انسانوں اور مسلمانوں کے مابین متعارف کراتے ہیں اسی طرح مسلم مفکرین میں بعض اسلام کے روایتی پہلو کو اجاگر کرتے ہیں تو بعض اسلامی احکام کی حکمتیں عقلی پیمانوں کے ذریعے ذہن نشین کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس فکری تنوع اور عقلی مناھج پر توجہ دیں، تو گمان ہوتا ہے کہ اسلام کی کئی اقسام ہیں۔ اس کی بہت سی شاخیں ہیں، اور وہ اپنے عقائدی، عملی، فکری اور مذہبی نظاموں میں بٹا ہوا ہے۔ اس طرح اس میں پائے جانے والے تنوع نے اس وحدت، یگانگت، ہم آہنگی اور رنگ رنگی سے محروم کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی علوم وفنون کے علماء اور ماہرین کے راستے ایک دوسرے سے جداگانہ ہیں۔ اور ان میں یک رخی، یکسوئی اور یک عملی کا فقدان ہے۔

بظاہر ان تضادات کا پایا جانا، مسلمانوں میں حریت فکر اور آزادی رائے سے عبارت ہے لیکن جو اصحاب عقل و دانش اسلام کے مزاج، اسلامی شریعت کے مقاصد، اسلامی تصوف کے مراحل اور اسلامی تہذیب کے عوامل وعناصر سے واقفیت رکھتے ہیں۔ وہ

پروفیسر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

اس اٹل اور لازوال حقیقت سے بھی آگاہ ہیں۔ دین اسلام کے سارے پہلو روایت اور درایت کے یہ سارے راستے اور متنوع علوم وفنون کے یہ سبھی نکتہ نگاہ ایک ہی ابدی حقیقت کے متلاشی ہیں اور یہ سبھی وسائل ہیں ایک ہی مدعا پانے کے۔ وہ انتہائے کمال جسے فقیہ بھی تلاش کرتا ہے، صوفی بھی اس کی جستجو میں ہے۔ اور فلسفی بھی اسی تک پہنچنے کا متمنی ہے۔

اس گراں مایہ اور لازوال حقیقت کو مسلمان توحید الٰہی سے تعبیر کرتے ہیں جن کا سادہ مفہوم یہ ہے کہ اس کائنات اور اس کی تمام اشیاء کو ایک ہی ہستی نے وجود بخشا ہے۔ وہی ایک ہستی اس کائنات کا نظام چلاتی ہے۔ اسے ہی حکمت اعلیٰ کا درجہ حاصل ہے۔ وہی مالک یوم الدین ہے اور وہی یکتا حیات وموت، خیر وشر اور نفع ونقصان کا مالک ہے۔

ان عقائد وافکار کا دوسرا نام "توحید" ہے جو صرف اور صرف خالق کائنات اللہ تعالیٰ ہی کو سزاوار ہے، کیونکہ وہی یکہ وتنہا ہے۔ نہ اس کا کوئی شریک ہے نہ ہم سر۔ وہ اپنی ذات میں بھی یگانہ ہے اور وہ اپنی صفات میں یکتا ہے۔ نہ وہ کسی کا بیٹا ہے نہ وہ کسی کا باپ۔ یہی وجہ ہے مسلمان اپنی عبادت میں بار بار اس امر کا بصدق دل اعتراف کرتے ہیں کہ "ایاک نعبد وایاک نستعین" اے یکتا اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام کے روایتی تنوع اور درایتی بوقلمونی میں بھی وحدت خداوندی توحید الٰہی اور ربانی ہم آہنگی کا عنصر غالب ہے۔ چنانچہ ہمارا مشاہدہ ہے اور یقین ہے کہ ہر متکلم، ہر مفسر، ہر محدث، ہر صوفی اور راہ حق کا ہر سالک ایک ہی جانب رواں دواں ہے اور صراط مستقیم اور جادہ حق صرف اور صرف توحید کا راستہ ہے۔ لہٰذا تمام اسلامی علوم وفنون، تمام روایتیں اور تمام عقلی شعور مسلمان کو وحدت الٰہی کا خوگر، توحید کا پیروکار اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز کرنے کی جانب پیہم رواں دواں ہیں۔ اس لیے نہ اسلامی علوم وفنون میں کوئی

تضاد اور نہ روایت و درایت میں کوئی اختلاف۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ وحدیت کا درس دیتے ہیں اور اس کی طرف مسلمانوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔

ایسے برگزیدہ انسانوں میں جو زندگی توحید خداوندی کا درس دیتے ہیں۔ ان میں سے ایک شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی (۴۷۱۔۵۶۱) رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں جو اپنی تحریر و تقریر، نظم و نثر، عقیدہ و عمل اور سلسلہ تصوف کے ذریعے ہمہ وقت توحید ربانی پر کاربند رہے اور انسانوں کو توحید ہی کا درس دیتے رہے۔ ان کی دینی تدریسی اور صوفیانہ زندگی کا محور ہی توحید کا پرچار ہے۔ اس لیے ہم ذیل کی سطور میں سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے نظریہ توحید کے خدوخال اور مختلف پہلو اجاگر کرنے پر توجہ دیں گے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اپنے وقت کے جملہ علوم وفنون اور دینی تعلیمات کے بلند پایہ عالم تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے وقت کے محدث احمد بن مظفر سے حدیث سیکھی۔ ابو سعید مخزومی سے علم فقہ پڑھا۔ زکریا تبریزی سے علم ادب کی تکمیل کی۔ اسی شیخ جیلانی نے حماد دباس اور شیخ ابوسعید مبارک مخزومی کے ساتھ تصوف کے مراحل طے کیے۔ شیخ جیلانی کے تمام اساتذہ اور شیوخ طریقت اپنے وقت کے جید علماء اور بلند پایہ مشائخ تھے۔ یوں تو سبھی تلامذہ اور مریدین اپنے اساتذہ اور شیوخ سے اکتساب فیض کرتے ہیں لیکن شیخ جیلانی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ انہوں نے نہ صرف یہ علوم حاصل کیے اور ان میں کمال پیدا کیا۔ اسی طرح وہ طریقت کی تمام منازل بحسن وخوبی طے کیں اور قطب، ابدال اور غوث کے درجات حاصل کیے بلکہ ان علوم اور ان سالکی تجربات کو توحید شناسی اور اپنی زندگی میں توحید کی روح کو نافذ کرنے پر زور دیا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا نظریہ توحید سمجھنے کے لیے ہم ان کی مشہور کتاب ''رسالہ غوثیہ'' کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جو درحقیقت مکالماتی

انداز میں تحریر کیا گیا ہے۔اور بندہ اور اس کے خالق کے مابین (Conversation) سوال و جواب کا ایک سلسلہ ہے جس کا اسلوب یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کو بار بار مخاطب کرتے اور انہیں اعلیٰ پایہ کی ہدایات دیتے ہیں۔ جو در حقیقت اسلامی تعلیمات ہیں۔

''الرسالۃ الغوثیہ'' 62 بنود (Article) پر مشتمل ہے۔ جسے شیخ جیلانی نے قلبی الہام اور معنوی کشف کے طور پر تحریر فرمایا ہے۔اس رسالہ کا اسلوب بیان نہایت دلکش اور دل پسند ہے اور اس کے مکالمات اثر انگیز ہیں۔اور اس کے مطالعہ سے اسرار ربانی اور رموز الٰہی کا انکشاف ہوتا ہے۔

''الرسالۃ الغوثیہ'' کے آغاز میں ہی یہ حقیقت واضح کر دی گئی ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی غیر اللہ سے غیر مانوس اور اللہ تعالیٰ سے حقیقی تعلق رکھنے والے انسان ہیں جو اس امر کی عمدہ دلیل ہے کہ وہ توحید پرست، توحید کے شیدائی اور توحید کو اپنانے والے ہیں۔ وہ غیر اللہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔

ہماری ادنیٰ رائے ہے کہ ''الرسالۃ الغوثیہ'' شیخ عبدالقادر جیلانی کے نظریہ توحید کا اہم مصدر ہے۔ جس میں انہوں نے اپنے نظریہ توحید کے مختلف عناصر مکالماتی انداز میں بیان کئے ہیں۔یوں تو شیخ کی تصانیف عموماً اور ان کا الرسالۃ الغوثیہ خصوصاً ان کی توحیدی فکر کے مظہر اور ان کے نظریہ توحید کے مختلف عناصر سے متعارف کراتے ہیں۔تاہم اس مختصر تحریر میں چند جملے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ جو ان کے نظریہ توحید کو سمجھنے میں مدد گار ثابت ہونگے۔

جیسا کہ ابھی بیان ہوا کہ رسالہ غوثیہ ایک مکالمہ ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مابین تخیلاتی انداز میں جاری ہوا ہے۔اس لیے اس مکالمے

کے تمام افکار و نظریات شیخ عبدالقادر جیلانی کے ہی نظریات ہیں۔ اس لئے توحید الٰہی کے ضمن میں جو امور اور خیالات اس مکالمے (Dialogue) میں بیان ہوئے ہیں وہ شیخ جیلانی کے نظریہ توحید کے خدو خال اور حقائق ہیں۔ چونکہ یہ افکار اسلامی شریعت اسلامی حقیقت اور اسلامی تصوف کے عین مطابق ہیں۔ اس لیے انہیں سرمدی حقائق اور اسلامی شعائر کے ناموں سے بھی یاد کیا جا سکتا ہے۔

''انا مکون المکان ولیس لی مکان وانا سر الانسان''

میں مکانوں کا پیدا کرنے والا ہوں۔ میرا کوئی مکان نہیں او میں انسان کا راز ہوں۔ اس جملہ میں شیخ جیلانی کے نظریہ توحید کے دو عناصر بیان کئے گئے ہیں کہ اس کائنات کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس طرح زمان و مکان کی حدود و قیود سے بالاتر ہے۔ اس کا منشاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح وحدہ لاشریک ہے وہ کسی مکان میں بند یا کسی زمانہ تک محدود نہیں۔ بلکہ وہ ہر جگہ ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا یہی وجہ ہے کہ حاکمیت اعلیٰ (Soveriegnty) کا تاج اسی کو سزاوار ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم بھی اس امر کی وضاحت کی ہے کہ حاکمیت اعلیٰ کے دو عناصر ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو حاصل ہو ہی نہیں سکتے۔ چنانچہ قرآن مجید اعلان کرتا ہے۔ الا لہ الخلق والامر (الاعراف) آگاہ رہو کہ پیدائش اور حکمرانی کا حق اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔

اس جملہ میں نظریہ توحید کا دوسرا عنصر یہ بیان ہوا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کا راز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے اظہار کے لیے انسان کو پیدا کیا کیونکہ اس حدیث قدسی میں مذکور ہے کہ لولاک لما اظہرت ربوبیۃ۔ اے میرے محبوب! اگر آپ کو پیدا نہ کرتا تو میں اپنی ربوبیت کا اظہار نہ کرتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ کا قول ہے: ''ماظہرت فی مسی لظھوری فی الانسان'' کہ انسان جس طرح مظہر خداوندی ہے ویسے کوئی مخلوق نہیں ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی توحید ربانی کی جامعیت، اللہ تعالیٰ کی ہر جگہ اور ہر مقام پر موجودگی نیز باری تعالیٰ کے اس مشاہدے کا ذکر کرتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ ہر وقت کرتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت یہ عنصر ان الفاظ میں بیان ہوا ہے۔

''ما اکل الانسان وشرب شیئا، وما قام وما قعد، وما نطق وما صمت، وما فعل، وما توجہ بشئ، وما غاب عن شئ الا ونا فیہ ساکنہ ومحرکہ ومسکنہ''

انسان کوئی چیز نہ کھاتا ہے، نہ پیتا ہے، کھڑا ہوتا ہے، نہ بیٹھا ہے، نہ بولتا ہے، نہ سنتا ہے نہ اور کوئی کام کرتا ہے، نہ کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور نہ اس سے روگردان ہوتا ہے۔ مگر میں اس میں موجود ہوتا ہوں، میں اسے حرکت میں لاتا ہوں اور میں ہی اسے ساکن رکھتا ہوں۔

الرسالۃ الغوثیہ کا یہ بند توحید کے اس عنصر کا اظہار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ ہر چیز میں اس کی قدرت کاملہ کارفرما ہے۔ اس کی مشیت کے بغیر ایک پتہ بھی نہیں گر سکتا۔ وہ خود فرماتا ہے:

''نحن اقرب الیہ من حبل الورید (ق 16)

ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔ چنانچہ ایزد تعالیٰ ہماری تمام حرکات وسکنات کا مشاہدہ فرما رہا ہے بلکہ انسان سمیت اس کائنات کی ہر گز اسی کی عطا کردہ توفیق کی بدولت ساکن، متحرک یا جامد ہے بلکہ ہر چیز کی حرکت وسکون، اس کی وحدانیت کا مظہر ہے کیونکہ ہر چیز کے تمام اجزاء اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہیں۔

اس کائنات کی اشیاء کو انسان دو طرح سے دیکھتا ہے۔ یا وہ اس کے مفید ہیں اور یا وہ اس کے لیے مضر ہیں۔ اسی طرح انسان ان سے جلب منفعت کرتا ہے یا ان سے دفعہ مضرت میں کوشاں رہتا ہے۔ جب کہ شیخ جیلانیؒ یہ باور کرا رہے ہیں کہ نفع ونقصان اللہ کے

قبضہ قدرت میں ہے۔ اور "والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ" کا عالی منصب بھی اسی یکتا ذات کو سزاوار ہے۔ مخلوقات میں سے کوئی بھی درجہ نہیں پا سکتا۔ اس لیے توحید الٰہی کا تقاضا ہے کہ انسان آسودگی میں شکر اور تنگی میں صبر کا دامن تھامے رکھے کیونکہ یہ دونوں ہی توحید ربانی کے مظہر ہیں۔

مسلمانوں کے عقیدہ توحید کی رو سے اللہ تعالیٰ زمان ومکان کی حدود وقیود سے منزہ اور پاک ہے۔ چونکہ وہ ہر جائی اور لامکانی ذات ہے۔ اس لیے اس کی تلاش اور جستجو کیسے ممکن ہے؟ اس مشکل کا حل پیش کرتے ہوئے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں۔

"اذارایت الفقیر المحترق بنار الفقر، والمنکسر بنار الفاقۃ، فتقرب الیہ فانہ لاحجاب بنی وبینہ"

جب تم کسی فقیر کو اس حال میں دیکھو کہ وہ فقر کی آگ میں جل گیا ہے اور فاقہ کے اثر سے شکستہ حال ہے، تو آپ اس کے قریب ہو جائیں کیونکہ میرے اور اس کے درمیان کوئی پردہ نہیں رہتا۔

یہ عبارت توحید ایک دقیق پہلو کی نشاندہی کرتی ہے کہ اس کائنات میں پائے جانے والے افراد میں سے بعض ایسے ہیں کہ انہیں اپنی دولت کی کثرت سے مکمل آگہی نہیں جبکہ بعض افراد نان شبینہ کو بھی ترستے ہیں، شیخ جیلانیؒ اس امر کی نشاندہی فرماتے ہیں کہ مال و دولت بھی اللہ تعالیٰ ہی عطاء کرتا ہے۔ اور پھر وہ بندے پر مرتب ہونے والے مال کے اثرات کا مشاہدہ کرتا ہے اور جائزہ لیتا رہتا ہے۔ اس طرح مال و دولت انسان کی آزمائش سے آزاد ہوتے ہیں۔ بلکہ وسائل کی قلت انہیں صبر کا درس دیتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی ذات ان کے ساتھ ہوتی ہے۔

"ان اللہ مع الصابرین (البقرہ 154)

کہ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ چنانچہ مصائب پر صبر کرنا ایک ایسی عبادت ہے جو بندے کو اس خالق کے قریب تر کر دیتی ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان مسافتیں اور حجابات ختم ہو جاتے ہیں۔

شیخ جیلانیؒ اپنے نظریہ توحید کی یہ جہت اجاگر کرتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ الفقر فخری" کہ فقر میرا فخر ہے۔ گویا فقر ایک ایسی حالت ہے جو بظاہر مادی وسائل کی قلت کی مظہر ہے۔ لیکن درحقیقت یہ ایک ایسی حالت ہے جو بندے کو اس کے خالق کے قریب کر دیتی ہے۔ اور ان دونوں کو قریب لانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

فقر اور توحید کے مابین تعلق کو مزید واضح کرنے کے لیے شیخ جیلانیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت کے اظہار کے لیے فقر و فاقہ کو اعلیٰ مقام عطاء کیا ہے۔ کیونکہ تصوف کی اصطلاح میں فقر مال و دولت نہ ہونے کا نام نہیں بلکہ یہ عبارت ہے کہ غیر اللہ سے منہ موڑ کر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا۔ چنانچہ الرسالۃ الغوثیہ میں تحریر ہے۔

"جعلت الفقر والفاقۃ مطیتی الانسان فمن رکبھما فقد بلغ المنزلۃ قبل ان یقطع المفاوز والبوادی"

میں نے فقر اور فاقہ انسان کے لیے دو سواریاں بنائی ہیں۔ جس نے ان پر سواری کی، وہ جنگلوں اور وادیوں کو طے کرنے سے پہلے ہی منزل مقصود پر پہنچ گیا۔

شیخ جیلانیؒ کے نظریہ توحید کا ایک نادر پہلو ہے کیونکہ اہل تصوف فنا فی اللہ کو انسان کی معراج قرار دیتے ہیں۔ جس تک پہنچنے کے لیے فنا فی الذات، فنا فی الشیخ، اور فنا فی الرسول جیسی ادق منزلیں طے کرنا ہوتی ہیں۔ اور ان سے ہر منزل کئی کئی سالوں پر محیط ہوتی ہے۔ اس لیے کتنے ہی سالکین ہیں جو اپنی منزل مقصود تک پہنچنے سے پہلے ہی دم توڑ جاتے

ہیں۔ اس راہ توحید کے سالک کو چاہیے کہ وہ فقر کا دامن مضبوطی سے تھام لے کیونکہ فقر کے ذریعے بہت سے حجابات اٹھ جاتے ہیں اور فنافی اللہ کی منزل حاصل ہو جاتی ہے۔ جو عقیدہ توحید کی عملی تعبیر اور حقیقی روح ہے۔ کیونکہ سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ نے خود وضاحت فرمائی ہے کہ میرے نزدیک وہ فقیر نہیں جس کے پاس کچھ نہ ہو بلکہ وہ فقیر ہے جسے ہر چیز میں امر حاصل ہو جب وہ کسی چیز کے بارے میں کہے کہ ہو جا تو وہ ہو جائے۔

گویا فقر ایک ایسا اکسیر نسخہ ہے جن انسانوں کو یہ مرتبہ حاصل ہو جاتا ہے وہ عقیدہ توحید کے اعلیٰ درجات حاصل کر لیتے ہیں۔ جن کی جانب ایک حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ ایسے افراد کو اولیاء اللہ کہا جاتا ہے۔ جو ایک جانب غم وحزن سے آزاد ہو جاتے ہیں تو دوسری جانب انہیں قرب الٰہی حاصل ہو جاتا ہے کہ ان کے جسمانی اعضاء میں وہ قوت اور طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ بڑے سے بڑا کام بآسانی انجام دیتے ہیں۔

شیخ جیلانیؒ کا نظریہ توحید اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ انسان عقیدہ توحید پر کماحقہ کاربند ہو جاتے ہیں وہی انسان اشرف المخلوق کا درجہ پاتے ہیں۔ ایسے ہی افراد کو اللہ تعالیٰ وہ قوت، صلاحیت اور تصرف عطا کرتا ہے جو دوسرے انسانوں کو میسر نہیں ہوتا۔

عقیدہ توحید کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحیم وکریم ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے۔ جس طرح وہ اپنی ذات میں یکتا ہے اسی طرح وہ اپنی صفات میں بھی یکتا ہے۔ چاہے اس کی صفت جباری ہو یا قہاری یا وہ رحیم ہو یا کریم، وہ ان صفات کے انتہائی معانی اور بلندترین مقام پر فائز ہے یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کے ساتھ آخری درجہ تک رحیم وکریم ہے جس کا اظہار سیدنا جیلانی نے ان الفاظ میں کیا ہے کہ اللہ ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین ہے انا اکرم من کل کریم وانا ارحم من کل رحیم: میں ہر کریم سے بڑھ کر کریم اور ہر رحیم سے بڑھ کر رحیم ہوں۔ یہ عبارت عقیدہ توحید کا یہ پہلو اجاگر کرتی

ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات (Attribtes) میں بھی یکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات اصلی اورازلی ہیں جبکہ مخلوقات کی خوبیاں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اور وقتی ہیں۔ اسی طرح صفات الٰہی ہر طرح سے نقص اور کمی سے پاک ہیں۔ جبکہ مخلوقات اور خصوصاً انسانی صفات غلطی کرتی ہیں۔ اسی طرح انسانی صفات کا دائرہ محدود ہے جبکہ ربانی صفات غیر متناہی ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کریم ورحیم ہے، ستار العیوب ہے اور غفار الذنوب ہے۔ وہ اپنی ان صفات میں اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہے۔ ان اور اس کی دیگر صفات کی گرد راہ کو بھی کوئی مخلوق نہیں پہنچ سکتی۔ کیونکہ مخلوق کبھی خالق کا درجہ نہیں پاسکتی اور نہ ہی خالق کبھی مخلوق کے درجہ میں آسکتا ہے۔ ورنہ اس کی خالقیت قائم نہیں رہے گی۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ جیلانی یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب کریموں سے کریم ہے اور سب رحیموں سے زیادہ رحیم ہے۔ اور وہی سب کو اپنی رحمت کے جلو میں پناہ دیتا ہے۔ یہاں تک ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں داخل ہونگے۔ جب صحابہ کرام نے رحمت عالم سے استفسار کیا کہ آپ بھی آپ نے فرمایا ہاں! میں رحمت الٰہی سے جنت میں جاؤں گا۔

اس ساری تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے عقیدے کی رو سے جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں یکتا اور وحدہ لاشریک ہے۔ اسی طرح وہ اپنی صفات میں بھی تنہا اور وحدہ لاشریک ہے۔ نیز وہ اپنی صفات میں بھی ان کی حقیقت کی انتہائی حد سے بھی بالاتر مقام پر فائز ہے۔

انسانی زندگی دو حصوں میں تقسیم ہے اس کائنات کی زندگی اور آخرت کی زندگی۔ ان دونوں مقام پر اللہ تعالیٰ ہی انسانی زندگی کا انتظام اور انصرام چلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے اسی عقیدے کو ان الفاظ میں شیخ جیلانی کے ذریعے آشکارا کی ہے۔

"انا ماوی کل فقیر و مسکنہ ومنظرہ والی المصیر"

میں ہر فقیر کی جائے پناہ ہوں، اس کے رہنے کی جگہ ہوں، اس کے دکھائی دینے کی جگہ ہوں۔ اور ہر چیز میری طرف ہی لوٹنے والی ہے۔"

اس بند کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہ الفاظ بہت سی قرآنی آیات کا خلاصہ ہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ: ان اللہ ھوالرزاق ذوالقوۃ المتین (الذاریات) اللہ تعالیٰ ہی مضبوط قوت والا روزی رساں اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "ومامن دآبۃ الاعلی اللہ رزقھا ویعلم مستقرھا ومستودعہا" کہ ہر جاندار چیز کو اللہ تعالیٰ ہی رزق رساں ہے، وہی اس کی جائے قیام اور واپسی کے مقام سے واقف ہے۔

چونکہ مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب والشھادہ ہے اس لیے انسان کی چھوٹی سے چھوتی اور بڑی سے بڑی حرکات وسکنات سے بخوبی آگاہ ہے اور اس لیے "ومنظرہ" کا منشاء یہ ہے کہ انسان کے خفیہ امور ہوں یا ظاہرہ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔ اور کوئی چیز اس کی قدرت سے پنہاں نہیں ہے۔ بلکہ پوشیدگی کا تصور ہی انسانوں کے لیے جبکہ مالک حقیقی اس عیب سے منزہ ہے اور کسی بھی جہان کی کوئی چیز اس سے خفیہ یا پوشیدہ نہیں ہے۔

یہ امر بھی مسلمانوں کے عقیدہ توحید کا حصہ ہے کہ ہر چیز کو عموماً اور انسان کو خصوصاً اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اس طرح عقیدہ توحید کے ذریعے اللہ کی حاکمیت اعلیٰ اور قیامت برپا کرنے پر اس کی قدرت کا اظہار ہوتا ہے۔ تو اس کی طرف لوٹ جانے کا منشاء یہ ہے۔ عقیدہ توحید اور عقیدہ آخرت میں مضبوط ربط ہے۔ جو عقیدہ توحید کی پختگی کا ذریعہ ہے

خیر و شر انسانی طبیعت کا حصہ ہے۔ جب وہ خیر کو اپناتا ہے تو وہ شر میں بھی مبتلاء ہو

تا ہے۔ بعض مذاہب کے ہاں انسان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے گنہگار ہے۔ اس کی اصلاح، اس کی نجات یا اس کی بخشش کا کوئی ذریعہ نہیں کہ وہ اپنے گناہ سے خود چھٹکارا حاصل کر لے۔ شیخ جیلانیؒ کا عقیدہ توحید انسان کو اس مشکل سے بھی نجات دلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پورا پورا مواخذہ کرنے والا اور مکمل حساب لینے والا ہے۔ تو وہ توبہ قبول کرنے اور گناہوں کی بخشش کرنیوالا بھی ہے۔ اسی شیخ جیلانیؒ نے توحید کے عقیدے کو توبہ سے مربوط کر دیا ہے۔

''اذا اردت التوبہ،..........فعلیک تصل الی، والا فانت من المستھزئین''

''جب تو نے توبہ کا ارادہ کر لیا تو نفس کے گناہ کے وسوسوں سے باہر نکل آیا۔ بعد ازاں دل کے خطرات سے باہر نکل آ، مجھ سے مل جا، وگرنہ تو مذاق اڑانے والوں میں سے ہو گا۔

اس بند میں توحید ربانی کا یہ پہلو اجاگر کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے او اس غفار الذنوب ہونا اس امر کا مظہر ہے کہ وہ اپنی صفت میں یکتا ہے اور اس کا کوئی ثانی یا ہمسر نہیں ہے۔ درحقیقت گناہوں سے آلود زندگی ترک کر کے نیکیوں والی زندگی کی طرف رجوع کرنے کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ کی ہی جانب سے عطا ہوتی ہے۔ پھر توبہ کی بجا آوری بھی اسی کی بارگاہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اور توبہ کے ثمرات بھی اللہ تعالیٰ ہی مرحمت فرماتا ہے اور توبہ کرنے والے کو ''التائب من الذنب کمن لاذنب لہ'' کے مصداق گناہوں سے پاک بھی وہی کرتا ہے۔ اسی لئے شیخ جیلانیؒ اس فقرہ کے ذریعہ عقیدہ توحید کے اس پہلو کو اجاگر بھی کر رہے ہیں کہ وہ غفار الذنوب تو یقیناً ہے لیکن انسان کو در توبہ پر بھی وہی لاتا ہے وہی توبہ کے مراحل انسان سے طے کرواتا اور وہی انسان کو اس کے ثمرات عطا کرتا ہے۔

ان امور کے علاوہ شیخ جیلانیؒ نے اپنی تصانیف، اپنے مواعظ اور اپنے ملفوظات

میں عقیدہ توحید کے بہت سے پہلوؤں کا ذکر کیا ہے چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے اپنے متوسلین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''اے بچے! اگر تو نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو رحمت الٰہی سے نا امید نہ ہو، بلکہ توبہ کے پانی، توبہ پر ثابت قدمی اور اخلاص سے اپنے کپڑوں کی نجاست دھولو، معرفت کی خوشبو اپنے کپڑوں کو معطر کرلو۔ تو جس منزل میں ہے وہاں درندے تجھ پر حملہ آور ہونگے اس لیے تو صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرلے۔ اپنی خواہشات کے مطابق کوئی چیز مت کھا، کسی چیز کو کھانے سے پہلے کتاب وسنت سے عادلانہ گواہی حاصل کر بعد ازاں اپنے دل سے معلوم کر اور آخر میں فضل الٰہی کا انتظار کر۔

اس تحریر میں چند امور بہت اہم ہیں۔ کہ (۱) انسان سچی توبہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، یہی عقیدہ توحید کا تقاضا ہے۔ (۲) انسان حلت وحرمت کا معیار بھی کتاب الٰہی اور سنت رسول کو ہی بنائے کیونکہ یہ دونوں اسلامی شریعت کے اولین اخذ ہیں (۳) حدیث نبوی میں ہے کہ انسان اگر حلال وحرام اور جائز وناجائز کے بارے میں متذبذب ہو جائے تو وہ ''فاستفت قلبک'' اسے چاہیے کہ وہ اپنے دل سے پوچھے، جو حق بات کی جانب متوجہ کرنے کا اہم ذریعہ ہے۔ (۴) ان سب امور کی تکمیل تب ممکن ہوگی جب انسان ظاہری اسباب کے ساتھ ساتھ باطنی وسائل پر بھی مکمل اعتماد کرے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کا ہمیشہ متلاشی رہے۔ جو عقیدہ توحید کا اعلیٰ ستون ہے۔

ایک اور مقام پر شیخ جیلانیؒ اپنے مریدین سے اس طرح مخاطب ہیں ''اے غلام! اگر خدا پر تیرا عقیدہ اور ایمان ہے کہ وہ تجھے دیکھتا ہے، تجھ پر نگران ہے، تیرے نزدیک تر ہے۔ تو تجھے اس سے حیا آتی ہے۔ جب تو برائی کرتا ہے۔ جب تو اس کے احکام سے روگردانی کرتا، جب غیر اللہ سے ڈرتا، جب تو بادشاہوں کے ہاں ان کی کاسہ لیسی کرتا اور

جب تو حق بات کہنے میں کوئی عار محسوس نہ کرتا۔"

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی تمام عمر اسی کام میں گذری ہے کہ وہ بھٹکے ہوئے انسان کو عقیدہ توحید سے آشنا کر دیں اور بے علم و بے عمل انسانوں کو معرفت توحید سے مالا مال کر دیں تا کہ وہ سب اپنے خالق حقیقی کے دربار میں سجدہ ریز ہو جائیں اور اس کے صابر و شاکر بندے بن جائیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

"جب تمہارے پاس علم محقق ہو جائے، تم خود قدرت الٰہی کا مشاہدہ کر لو گے کہ وہ اس وقت قلوب کو مرتبہ تکوین پر فائز کر دے گا بعد جو تم چاہو گے وہ ہونے لگے گا۔ وہ اپنے فضل کے طعام سے تمہیں کھانا دے گا۔ اپنی محبت کا شربت تجھے پلائے گا اور اپنے قرب کے دستر خوان پر تجھے بٹھائے گا۔"

اس عبارت میں انسان کو عقیدہ توحید کے اس پہلو کی جانب متوجہ کیا گیا ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ موجود (Omnipotant) تسلیم کرتا۔ اور لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار (الانعام) مانتا ہے کہ انسان اپنی بصارت سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ نہیں سکتا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اس کا مشاہدہ کر رہا ہے تب انسان کو گناہ کرتے وقت، غیر اللہ سے تعلق قائم کرتے وقت یا احکام الٰہی سے روگردانی کرتے وقت حیاء آنی چاہیے ایسے اعمال کرتے وقت موحد کو شرم و ندامت محسوس کرنی چاہیے نہ کہ اسے پیہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں مبتلاء رہنا چاہیے کیونکہ یہ سب کام عقیدہ توحید کے منافی اور موحد مسلمان کی شان کے خلاف ہے

سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ کا عقیدہ توحید انسانوں کو یہ درس دیتا ہے ہے حلال و حرام کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ اس لیے وہی حلال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حلال کیا اور وہی حرام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا۔ مخلوقات میں سے کسی کو حلت و حرمت کا اختیار

حاصل نہیں۔اس لیے انسانوں پر لازم ہے کہ عقیدہ توحید کے عملی تقاضے اس طرح پورے کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود سے تجاوز نہ کریں۔

اس موضوع پر شیخ جیلانی کے فرزندی شیخ موسیٰ روایت کرتے ہیں کہ شیخ جیلانی نے بتایا ''میں ایک مرتبہ کسی ویرانے میں تھا جس جگہ کھانا اور پانی نہ تھا چنانچہ تشنگی سے میری بری حالت ہوگئی۔اچانک ابر نمودار ہوا، بارش برسی، اس پانی سے میں نے اپنی پیاس بجھائی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔اسی بادل میں، میں نے ایک وسیع روشنی دیکھی، جس سے آواز آئی، اے عبدالقادر! میں تمہارا رب ہوں۔تمہاری عبادت اور ریاضت سے میں راضی ہوا اور میں نے تمہارے لیے ہر حرام چیز کو حلال کر دیا۔''میں نے یہ سن کر اعوذ باللہ پڑھا اور خدا کی پناہ چاہی اور اس ملعون سے کہا کہ وہ دور ہو جائے اس پر وہ روشنی ختم ہوگئی اور آواز آئی اے عبدالقادر! تم اپنے علم فقہ کی بدولت محفوظ ہو گئے۔ ورنہ اسی صحرا میں، میں نے ستر ہزار بزرگوں کو گمراہ کر دیا۔ میں نے جواب دیا۔اے ملعون! میں اپنے علم سے نہیں بلکہ اللہ کے فضل وکرم اور اس کے دستگیری سے محفوظ ہوگیا۔''

یہ واقعہ اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ شیخ جیلانی کا عقیدہ توحید بہت پختہ تھا جس کی رو سے چیزوں کو حلال وحرام قرار دینے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔مخلوقات کو یہ حق حاصل نہیں ہوتا۔اسی طرح انسانوں پر عموماً اور اولیاء اللہ پر خصوصاً لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عطاء کردہ حلال وحرام کو عطیہ ایزدی سمجھ کر ان پر عمل پیرا ہوں کیونکہ حلال وحرام پر عمل کرنا شریعت ہے اور حلال وحرام کے علاوہ مشتبہات سے بچنا طریقت ہے۔

مذکورہ بالا سطور میں ہم نے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے عقیدہ توحید کے مختلف پہلو اجاگر کرنے کی کوشش کی اور ایسا کرتے وقت ہم نے شیخ جیلانیؒ کی اپنی تحریروں اور ان کے اپنے فرمودات سے استفادہ کیا۔اب ہم سطور ذیل میں ان کے عقیدہ توحید کے چیدہ

چیدہ نکات نہایت اختصار سے بیان کرتے ہیں تاکہ قاری ان نتائج سے کما حقہ استفادہ کر سکے۔

۱۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ شریعت اسلامیہ کے جید علماء، علوم دینیہ کے ممتاز فاضل اور سلسلہ تصوف کے شہسوار ہیں۔ اس لیے ان کا عقیدہ توحید متکلمین کی طرح ٹھوس علمی دلائل پر مبنی ہے۔ ان دلائل میں عقلی و نقلی دونوں طرح کے دلائل اور براہین شامل ہیں۔ لیکن انہیں دینی علوم و فنون کے ماہرین پر اس وقت سبقت حاصل ہو جاتی ہے۔ جب وہ اپنے علم کو عمل کی کسوٹی اور تصوف کی حقیقت پر رکھتے ہیں۔ تب ذات و صفات الٰہی کے موضوعات کی معرفت کے دوش بدوش فنافی اللہ کی گتھیاں بھی سلجھ جاتی ہیں۔

۲۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا عقیدہ توحید اس حقیقت کا عکاسی ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے، وہ ہر طرح نقص، کجی اور کمزوری سے منزہ اور پاک ہے۔ وہ اپنی ذات میں یکتا اور اپنی صفات میں اکلوتا ہے۔ نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے اور نہ اس کی صفات میں کوئی ساجھی۔

۳۔ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں ارفع و اعلیٰ مقام پر فائز ہے اور اس کی ذات پر جگہ جلوہ فگن اور ہر شے میں موجود ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں بھی بلند ترین مرتبہ پر فائز ہے کہ وہ رحیم ہے تو اس جیسا کوئی رحیم نہیں۔ وہ کریم ہے تو اس کا ہم پلہ کوئی کریم نہیں وہ ستار العیوب ہے تو اس سے بڑھ کر کوئی پردہ پوش اور غفار الذنوب ہے تو اس سے بڑھ کر کوئی بخشنہار نہیں۔ اس لیے انسانوں کو چاہیے کہ وہ "تخلقوا باخلاق اللہ" پر عمل کرتے ہوئے اپنے کو صفات خداوندی کا مظہر بنائیں۔ تاکہ ان کی زندگیوں میں صفات الٰہی کا پرتو (Reflaction) نظر آئے۔

۴۔ مذکورہ بالا سطور میں بیان کردہ عقیدہ توحید کا منشاء یہ ہے کہ انسان امر کو بخوبی ذہن

نشین کر لے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھتا ہے۔ ہر جگہ موجود ہے۔ اور وہ ہر عمل ہر حرکت اور ہر کام کی حقیقت سے بخوبی واقف ہے۔ اسی طرح وہ آنکھوں کی خیانت اور دلوں کی نیت سے آگاہ ہے۔ اس لیے عقیدہ توحید کا تقاضا ہے کہ انسان اس کے احکام کی نافرمانی کرتے وقت شرم و حیاء محسوس کرے اور اپنے کو جرموں، گناہوں خطاؤں اور نافرمانیوں سے محفوظ رکھے۔

۵۔ عقیدہ توحید کا ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ حلال و حرام کو حق اور اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ اور اسی کے حلال و حرام پر مسلمان اور سالک کو عمل پیرا ہونا ہے تاکہ وہ سچا مسلمان بن سکے اور وہ سلوک کی منزلیں بخیر و خوبی طے کر سکے۔ جو سالک اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود پر عمل پیرا نہیں وہ عقیدہ توحید کی حقیقت سے آشنا نہیں۔ اس لیے نہ وہ خود راہ راست پر ہے اور نہ ہی دوسروں کی حقیقی رہنمائی کر سکتا ہے۔

مآخذ ومصادر

اس مقالہ کی تیاری میں قرآن وحدیث کے علاوہ درج ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا۔

1	شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	الرسالۃ الغوثیہ	حضرت غلام دستگیر اکادمی جھنگ
2	شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	غنیۃ الطالبین	پروگریسو پبلی کیشنز لاہور 1988
3	شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	فتوح الغیب	حامد اینڈ کمپنی لاہور
4	شیخ عبدالقادر جیلانیؒ	الفتح الربانی ،	زاویہ بکس انٹرنیشنل لاہور
5	محمد شریف عارف نوری	بزم غوث اعظم	نذیر سنز لاہور، 1992
6	ابو الحسن التطنوفی الشافعی	بہجۃ الاسرار	پروگریسو بکس لاہور 1995
7	محمد ذوقی، سید	شمامۃ العنبر ،	بزم تسلیہ کمیٹی
8	Muhammad Riaz Qadari	The Sultan Of the Sants	Abbasi Publications Lahore,2000

اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

تیری سرکار میں لاتا ہے رضا اس کو شفیع
جو مرا غوث ہے اور لاڈلا بیٹا تیرا

واہ! کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں [illegible]

سر بھلا کیا کوئی جانے [illegible]

کیا دبے جس [illegible]
شیر [illegible] خطرے [illegible]

تو حسینی حسنی [illegible]